مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماهنامه نقوش اسلام

Issue.No. 1	مارچ ۲۰۰۹ء (March,2009) ربیع الاول ۱۴۳۰ھ	VOL.No.4

زیر سرپرستی

- مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
- عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری

مجلس مشاورت

- مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
- مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
- مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
- مولانا محمد صالح جی
- مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی
- مولانا حافظ محمد ایوب کاڑوا
- الحاج موسیٰ بھائی درسوت
- مولانا محمد اختر قاسمی

مجلس ادارت

- مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی
- مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری
- مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری Cell: 09719639955

چیف ایڈیٹر
محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی
حافظ عبدالستار عزیزی

مدیر معاون
ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے
فی شمارہ........۱۰ر روپے
سالانہ........۱۰۰ر روپے
خصوصی........۳۰۰۰ر روپے
ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۲۰ر ڈالر

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

NUQOOSH-E-ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058

ماہنامہ "نقوش اسلام" مظفرآباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

PRINTER, PUBLISHER AND OWNER MOHD.MASOOD AZIZI NADVI
PRINTED BY UNION PRINTING PRESS DEOBAND SAHARANPUR PUBLISHED AT
VILL& P.O.MUZAFFARABAD, DISTT.SAHARANPUR (U.P)
EDITOR: MOHD.MASOOD AZIZI NADVI

iles\A017.TI not found. Files\A025.TIF not found. iles\A017.TI not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
بتانِ رنگ وبوکوتوڑکرملت میں گم ہوجا	محمد مسعود عزیزی ندوی	
جائزہ		۵
قرآن کریم نے عورتوں کو......	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	
تجزیہ		۱۰
سنگھ پریوار اور اسرائیل کا اتحاد	مولانا اسرارالحق قاسمی (دہلی)	
فقہ جدید		۱۳
مسئلہ ایل سی یعنی عقد معجون مرکب	مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، اکل کوا	
محاسبہ		۱۵
ربیع الاول کی آمد اور.................	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	
انجام کار		۱۶
غرور کا عبرتناک انجام	سید اطہر اورنگ آبادی، مہاراشٹر	
سیرت نبوی		۱۸
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت	مولانا محمد حذیفہ غلام محمد وستانوی اکل کوا	
مسائل وفقہ		۲۴
امامت کے مسائل اور احکام	محمد مسعود عزیزی ندوی	
درس اتحاد		۲۷
اختلاف امت اور اتحاد کی سبیل	مفتی رحمت اللہ نیپالی ندوی لکھنؤ	
تاریخ ہند		۳۴
ہندوستان کی ممتاز مسلم مذہبی شخصیات	مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی	
یاد رفتگاں		۳۹
حافظ حکیم نذیر احمد مظفرویؒ	منشی عبدالغفور انوار القرآن نعمت پور	
رپورٹ		۴۰
بھٹکل اسلامک اکیڈمی اور......	محمد افضل ندوی، رحمت اللہ ندوی بھٹکلی	
اصلاح معاشرہ		۴۲
امت پر مصائب کے اسباب	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہدی پوری	
تبصرے		۴۶
نئی کتابوں پر تبصرہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
حالت حاضرہ		۴۸
عالمی خبریں	حافظ عبدالستار عزیزی	

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین	(فل سائز)	۳۰۰۰............
// // اول اندرونی	// //	۲۵۰۰............
// // آخر اندرونی	// //	۲۰۰۰............
صفحہ اندرونی	(فل سائز)	۱۰۰۰............
آدھا صفحہ اندرونی		۶۰۰............
¼ صفحہ //		۴۰۰............

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہورہی ہے،لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۱۰۰؍روپئے ارسال فرمائیں،تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔(ادارہ)

نوٹ: مقالہ نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد مسعود عزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کرا کے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

E.mail:masood_azizinadwi@yahoo.co.in -------- nuqooshe_islam@yahoo.co.in

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائیننگ: عزیزی کمپیوٹر سنیٹر، مرکز احیاء الفکر اسلامی مظفرآباد سہارنپور (یوپی)

اداریہ

بتانِ رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا!

محمد مسعود عزیزی ندوی

اللہ تعالی نے انسان کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا فرما کر دنیا کو آباد کر دیا اور انسان کے قبائل اور خاندان بنا دئے اور آپس میں ایک دوسرے سے جڑنے، تعلق قائم رکھنے کے لیے قرابت داریاں، رشتہ داریاں، نسبی اعتبار سے اور دینی اعتبار سے قائم فرما دیں تاکہ ایک دوسرے کو پہچانے اور معلوم ہو جائے کہ کس خاندان کا ہے، کس قبیلے کا ہے اور معاشرت و معیشت کا رہن سہن کا طور طریق بتلا دیا، دینی اعتبار سے بھی اس کو خود کفیل کر دیا اور دنیوی اعتبار سے بھی، روحانی طور پر بھی اس کو بہت کچھ دیا اور مادی اعتبار سے بھی، زندگی گزارنے کے لیے پورا دستور حیات بھی اس کو دیا، اور اس کا نفاذ بھی کر کے دکھایا، جن لوگوں نے اس دستور کے مطابق حیات عزیز کے لمحات کو گزارا، ان پر کیسے انعامات ہوئے، کیسی نوازشیں ہوئیں، یہ بھی اہل دنیا کے سامنے پیش کر دیا اور جن لوگوں نے اس قانون سے روگردانی کی، ان پر عتاب ہوا، اور وہ کیسے عذاب الٰہی کی پکڑ میں آئے، اس کے نمونے بھی انسانی دنیا کے سامنے پیش کر دئے، سب کچھ اس انسان کے لیے کرنے کے بعد اس کے لیے ہدایت نامہ یہ جاری ہوا کہ ''اس دنیا میں مسافر کی طرح رہو'' کیونکہ یہ دنیا محض گزرگاہ ہے، جو بھی یہاں آیا اسے ضرور جانا ہے۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے ✿ یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

دوسرا ہدایت نامہ یہ بھی ہے کہ ''آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو'' اور ایک یونیٹی Unity بن جاؤ، ایک وحدت ہو جاؤ۔

مگر آج کل حالات مشاہد ہیں کہ یہ سب باتیں ہماری تقریروں، تحریروں، بحث و مباحثے اور عام بول چال میں سما کر رہ گئیں، عملی زندگی میں ان ہدایات و تعلیمات کا کوئی دخل اور اثر نہیں، خود ان ہدایتوں کی تذکیر کرنے والے اپنے کردار سے ان کی مخالفت کرتے ہیں، زبان قال سے نہ سہی بلکہ زبان حال ان کی ترجمانی کرتی نظر آتی ہے، اس وقت دنیا کی جو صورت حال ہے، اس میں نہ صحافت کا اتنا قصور ہے اور نہ ہی غیروں کی ریشہ دوانیوں کا اتنا بڑا کردار ہے، آج کمی ہے اپنے اندر ایثار کی، حقیقت پسندی کی، دوسرے کے تئیں اعتراف و تقدیر کی اور امت کے طبقۂ خاص کی آپسی چپقلش کی اور ایک دوسرے کے تئیں مخلص نہ ہونے کی بلکہ ایک دوسرے کے درپئے آزار ہونے کی، ایک دوسرے سے بغض و حسد کی، کینہ کپٹ کی اور اپنی الگ الگ ٹولیوں کی، اسی وجہ سے نہ ملت کی فکر، نہ امت کا درد، نہ وحدت کی سوچ، نہ اتحاد کا جذبہ، نہ دینی اعتبار سے نہ دنیوی اعتبار سے، اگر فکر ہے تو بس اپنی ٹولی کی، اپنی پارٹی کی، اپنے گروہ اور اپنی جماعت کی، اپنی انجمن اور اپنے ادارے کی، اپنا چراغ جلانے کی، دوسرے کا چراغ بجھانے کی، اپنا گھر آباد کرنے کی، دوسرے کا گھر اجاڑنے کی، باقی بھاڑ میں جائے پوری ملت، پوری قوم، ہماری کرسی محفوظ، سب محفوظ، ہماری کرسی خطرے میں،

سب خطرے میں، ہم عیش وراحت میں، تو سب عیش وراحت میں، ہم بیمار تو سب بیمار، ہم صحیح، تو سب صحیح، ساری فکر اور ساری تڑپ اپنے، اپنی، ہم اور ہماری تک محدود ہو کر رہ گئی۔

حالانکہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک مومن دوسرے مومن کے لیے اس طرح ہے جیسا کہ انسان کے جسم کے تمام اعضاء کہ اگر جسم کے کسی ایک عضو کو کوئی تکلیف ہو تو جسم کے دوسرے اعضاء اس کی تکلیف محسوس کرتے ہیں'' اگر اس وقت پوری دنیا کے مسلمان اس حدیث کو عملی طور پر اپنالیں اور صرف تقریر وتحریر کی حد تک اس پر اکتفا نہ کریں بلکہ عملاً زندگی کا اس کو جزبنالیں تو دنیا کا نقشہ ہی کچھ اور ہو، دنیا کی ساری حکومتیں، ساری طاقتیں مسلمانوں کی غلام ہوں، اور راقم یہ سمجھتا ہے کہ جس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرو، جو اپنے لیے پسند کرتے ہو'' خاص طور سے امت کا طبقہ خاص اس پر عمل کرلے اور طبقہ خاص سے راقم آثم کی مراد اہل علم حضرات ہیں اور وہ صد فیصد قولاً، فعلاً اور عملاً پکے مومن بن جائیں تو دنیا مسلمانوں کے قدم چومیں گی اور یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ قرآن کہہ رہا ہے کہ ''تم ہی سربلند ہوگے اگر تم پکے سچے مسلمان ہو'' اور یہاں اس کی نفی نہیں ہے کہ یہ امت بانجھ ہوگئی اور اب کوئی صد فیصد مسلمان نہیں بلکہ دنیا میں ایسے عظیم لوگ موجود ہیں، جن کے وجود پاک سے ابھی دنیا کا نظام برقرار ہے، یہ شکایت عام مسلمانوں اور عام اہل علم حضرات کی ہے اور قرآن حکیم کا یہ اعلان بھی اس وقت ہے، جب سو فیصد مسلمان اسلام میں سو فیصد داخل ہو جائیں۔

آج مسلمانوں میں اتحاد نہیں، علماء دین میں اتفاق نہیں، مکاتب فکر الگ الگ، یہ فلاں، وہ فلاں، یہ ہمارا مدرسہ، وہ ان کا مدرسہ، یہ ان کی مسجد، وہ ہماری مسجد، ہم فلاں جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، یہ فلاں جماعت سے، یہ ہمارے شیخ اور ہمارے بزرگ ہیں اور وہ تمہارے شیخ اور تمہارے بزرگ ہیں، ہماری برادری یہ ہے، تمہاری برادری وہ ہے، ہم اونچے ہیں، تم نیچے ہو، ہم یہ ہیں تم وہ ہو'' لاحول ولاقوۃ الاباللہ العظیم''۔

مسلمانو! اگر دنیا میں اپنے وجود کو باقی رکھنا چاہتے ہو تو اب وقت اتنی ٹولیوں میں تقسیم ہونے کا نہیں رہا، اب خدا کے واسطے ایک ہو جاؤ، ایک دوسرے کے حقیقی غمگسار ہو جاؤ، ایک دوسرے کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھو، ایک دوسرے کی ڈوبتی کشتی کو سہارا دو، دین کے سارے مدارس، ساری مساجد، ساری خانقاہیں اور سارے مکاتب فکر کو ایک ہی سمجھو اور اپنا ہی سمجھو، ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاؤ اور ایک ملت میں گم ہو کر امت کے بکھرے ہوئے شیرازے کو یکجا کرلو، جو باہم دست وگریباں ہیں ان میں الفت ومحبت کے بیج بودو، سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ مسلکی اختلافات کو ہوا مت دو! اس وقت ملت جس دوراہے پر کھڑی ہے، شدید ضرورت ہے اس کے درد کو سمجھنے کی، امت کی ضرورت کو سمجھنے کی، اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کے یہاں اجارہ داری نہیں، اللہ ہمارا محتاج نہیں، وہ جب کام لیتا ہے تو ابابیل سے لیتا ہے، اس نے صاف فرمادیا'' کہ اگر تم نے روگردانی کی (تم نے نہیں مانا) تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو کھڑا کردے گا پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوگی'' اور یہ بھی سن لو کہ دشمن تمہاری گھات میں ہے، تمہیں صفحہ ہستی سے مٹانے کے درپے ہے اور تمہاری اینٹ سے اینٹ بجوانے کے چکر میں ہے، بس تم ایک ہو جاؤ اور گروہی بتوں کو توڑ دو، اللہ کی رسی کو مظبوطی سے پکڑ لو، اللہ ہی ہم سب کا محافظ اور نگہبان ہے۔

جائزہ

قرآن کریم نے عورتوں کو کیا مرتبہ عطا کیا ہے

افادات مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ.......................مرتب: مولانا محمد عزیز اللہ ندوی ادارۃ الصدیق بھٹ

قرآن مجید میں عورتوں کے نام سے مستقل ایک سورۃ:

میری عزیز بہنو! اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ قرآن مجید کی بڑی سورتوں میں سے ایک سورۃ کا نام ہی عورتوں کے نام پر رکھا گیا ہے ''سورۃ النساءؔ'' کیا ہندو مذہب کا کوئی جاننے والا بتائے گا کہ اس کے مذہب میں اور اس کی کسی مقدس کتاب میں عورت کے نام سے کوئی لیکھ ہو یا اس کے عنوان سے ذکر ہو، لیکن جہاں پر ایک سورہ بقرہ ہے، سورہ آل عمران اور پھر ساری سورتیں قرآن مجید کی ہیں، وہیں ایک سورۃ النساء بھی ہے اور پہلے دن سے اس وقت تک اس کا یہ نام چلا آ رہا ہے اور یہ عورتوں کے لیے ہے، ترقی اور علم دین حاصل کرنے اور دین میں ترقی اور اس میں امتیاز پیدا کرنے اور اللہ تعالی کی رضا مندی حاصل کرنے اور اس کے یہاں اونچا مقام حاصل کرنے اور اللہ کا مقبول بندہ اور بندی بننے کی پوری پوری صلاحیت اور پورے امکانات اور پہلی صدی سے لے کر اس وقت تک موجود ہیں اور آج بھی ایسا ہو سکتا ہے۔

قرآن مجید نے عورتوں کی اچھی زندگی کی ضمانت لی:

اسی طرح وہ حیات طیبہ کے مواقع و وسائل عطا کرنے کے موقع پر بھی مردوں کے ساتھ عورتوں کو یاد رکھتا ہے بلکہ اس کے لیے ضمانت دیتا ہے اور اس کا وعدہ کرتا ہے ''حیات طیبہ'' ایک جامع اور دور رس معانی پر مشتمل کلمہ ہے جو مثالی اور کامیاب زندگی کا مفہوم اور عزت واطمینان کے غیر محدود معانی رکھتا ہے۔

'' مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ''۔(النحل ۹۷)

نیک عمل جو کوئی بھی کرے گا مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اسے ضرور ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم انھیں ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ضرور اجر دیں گے۔

'' مَنْ عَمِلَ صَالِحًا'' اللہ تعالی نے اس آیت میں ایک بہت بڑی بشارت سنائی ہے، جو اچھے کام کرے گا اور اس کی بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق ہوں، کام اللہ کی منشاء کے مطابق ہو، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء و فرمان کے مطابق ہو اور دینی احکام کے مطابق ہو، پھر آخری آسمانی صحیفۂ قرآن مجید کے مطابق ہوں تو ہم اس کی اچھی زندگی گزروائیں گے، اس میں دنیا کی زندگی بھی آجاتی ہے، یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس میں صرف آخرت ہی کی بشارت دی گئی ہے ''حیوة طيبة'' جو لوگ عربی جانتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہاں نکرہ کا لفظ ہے ''الحیوة الطيبة'' بھی نہیں کہا گیا ہے ''فلنحيينه حيوة طيبة'' ہم ہر طرح کی اچھی زندگی اس کی گزروائیں گے، یہ ساری کوشش اس بات کی ہو رہی ہے، یہ دوڑ دھوپ، یہ محنتیں اور یہ راتوں کا جاگنا اور یہ کتابوں پر محنت کرنا، پرائمری سے لے کر یونیورسٹیوں تک پڑھنا پڑھانا اور پھر اس کے بعد ڈگریاں حاصل کرنا، کوئی انجینئرنگ کا راستہ اختیار کرتا ہے اور کوئی ادب لٹریچر کا راستہ اختیار کرتا ہے، سب کا مشترک مقصد اور ہدف ونشانہ یہ ہے کہ اچھی زندگی حاصل ہو۔

مزید آدمی یہ چاہتا ہے کہ بڑی تنخواہ ہو، رہنے کے لیے اچھی بڑی کوٹھی اور سواری کے لیے اعلی درجہ کی موٹر گاڑی ہو اور ہوائی جہازوں پر سفر کرنا اور پھر اس کے بعد سیاست میں آئے تو وزیر اعظم بن جانا ہے اور پھر پارلیمنٹ کا ممبر بن جانا، یہ سب اس لیے کیا جاتا ہے کہ ہم آرام اور سکھ کی زندگی گزار سکیں، اس کو سکھ کہتے ہیں، یہ ایک عام لفظ ہے اور بہت وسیع کہ ہم سکھی ہوں دکھی نہ ہوں، ہم سکھ کی زندگی گزار سکیں، اللہ تبارک وتعالی نے اس کی ضمانت لے لی ہے اور فرمایا کہ اس کا راستہ صرف یہ ہے کہ نیک عمل کرے، ہمارے احکام کے مطابق اگر عمل ہوگا "فلنحيينه" لام کے ساتھ کہا، جب کہ کہنا ہوتا ہے عربی میں، ایسا ضرور ہوگا، ایسا ضرور کریں، تو اس کو "لنفعلن، لنذهبن، لنعلمن" کے وزن پر استعمال کیا جاتا ہے۔

یہ اللہ تعالی فرماتا ہے حالانکہ اللہ کا قول، فرمان خداوندی ہے، اس میں شک کیا ہوسکتا تھا؛ لیکن ہمیں اطمینان دلانے کے لیے مردوں اور عورتوں کو اطمینان دلانے کے لیے کہا کہ ہم ضرور اس کی اچھی طرح زندگی گزروائیں گے اور کیا چاہئے، دنیا میں یہ کس لیے دوڑ دھوپ ہورہی ہیں، کس لیے اپنی صحتیں خطرے میں ڈالی جارہی ہیں، کس لیے مقابلے ہیں، کس لیے یہ دوڑ دھوپ ہے، سب اسی لیے ہے کہ اچھی طرح زندگی گزرے۔

اب اچھی زندگی کسی نے یہ سمجھ لیا کہ اچھی تنخواہ ہو، حالانکہ اچھی تنخواہ میں اچھی زندگی گزرنا ہرگز یقینی نہیں، لاکھوں مثالیں دی جاسکتی ہیں کہ اچھی بڑی تنخواہ ہے؛ لیکن زندگی اچھی نہیں، یا صحت ہے، یا آپس میں نااتفاقی ہے، یا اطمینان قلبی نہیں ہے، کوئی ڈر لگا ہوا ہے، یا کوئی خطرہ ہے یا کوئی ایسا مرض ہوگیا ہے، کوئی عارضہ لاحق ہوگیا ہے، کچھ ہوگیا ہے، وہم ہونے لگا ہے، یا صحت میں بھی خرابی آ گئی ہے کہ بڑی تنخواہ، بڑی کوٹھی، شاندار موٹر سب ہے، اولاد ہے؛ لیکن مزہ نہیں آرہا ہے زندگی میں۔

نعمت جس کو زندگی کی نعمت کہتے ہیں وہ حاصل نہیں ہورہی ہے تو یہ بات بہت سوچنے کی ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جو ہمارے احکام پر عمل کرے گا، ہماری شریعت پر عمل کرے گا، ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانوں پر عمل کرے گا، نہ وہ یہ دیکھے کہ رسموں میں کیا ہوتا ہے، نہ یہ دیکھے کہ کون سی چیز بڑی فخر کی سمجھی جاتی ہے، کس بات پر تعریفیں ہوتی ہیں، کس بات پر عزت ملتی ہے، کس بات پر دولت ملتی ہے، کوئی اس کا خیال نہیں کرے گا، کوئی اس کا خیال نہ کرے صرف یہ کہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے، شادی بیاہ کس طرح ہونا چاہئے، بچوں کی پرورش کیسے کرنی چاہئے، گھر میں کس طرح کی زندگی رائج کرنی چاہئے، نمازوں کی پابندی ہو، پردہ ہو، حیاوشرم ہو، ایک دوسرے کا احترام ہو، بڑے کو بڑا سمجھا جائے، چھوٹے پر شفقت کی جائے، غرور نہ ہو، تعلّی نہ ہو، اسراف وفضول خرچی نہ ہو، ناجائز رسمیں نہ ہوں، اور دوسروں کو خوش کرنے کے لیے اللہ کو ناراض کرنا بالکل آسان سمجھا جائے یہ نہ ہو۔

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اگر یہ باتیں نہ ہوں گی تو ہم اس کو ضرور اچھی طرح زندگی گزروائیں گے یعنی دنیا میں بھی اور اس کی ہزاروں نہیں لاکھوں مثالیں ہیں، اگر آپ حدیث پڑھیں تو آپ دیکھیں گے جن گھروں میں اور جن خاندانوں میں شریعت کی پابندی کی گئی، احکام اللہ اور احکام رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا گیا اور اسلامی زندگی کا جو نمونہ اور سانچہ ہے یا اسلامی زندگی کا جو ماڈل ہے وہ اختیار کیا گیا، رسموں کو نہیں دیکھا گیا، رواج کو نہیں دیکھا گیا، بلکہ یہ دیکھا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم کیا ہے؟ جن لوگوں، خاندانوں، برادریوں اور جن ملکوں اور جن معاشروں نے اور جس سوسائٹی نے اس پر عمل کیا اس کو اللہ نے دنیا میں جنت کی زندگی کا مزہ چکھا دیا، اس میں شبہ نہیں ہم مبالغہ سے نہیں کہہ رہے ہیں، دنیا ہی میں ان کو جنت کی زندگی کا مزہ آ گیا کہ بس معلوم ہوتا تھا کہ ہم جنت میں ہیں، محبت کا دور دورہ ہے، ایک دوسرے کا حق ادا کیا جاتا ہے، یہاں کسی کا حق مارا نہیں جاتا، کسی کو حقارت وذلت کی نظر سے دیکھا نہیں جاتا، کوئی فضول بات نہیں کہی جاتی، کوئی ناجائز آمدنی باہر سے نہیں، بس اللہ پر توکل اور اللہ

کا نام لینا، پابندی کے ساتھ نماز پڑھنا، حلال روزی کھانا، حرام کا پیسہ کیا حرام کی پائی بھی گھر میں نہ آنے پائے، جن گھروں میں اس کی پابندی کی گئی، ان کے گھر جنت کا نقشہ ہیں، ان گھروں پر بادشاہوں کے محلات اور شاہوں کی کوٹھیاں قربان، ان کے سامنے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی جیل خانہ ہے، دیکھنے میں باہر سے کتنی شاندار کوٹھی ہے، بڑی بڑی دیواریں ہیں یہ سب ہے؛ لیکن اندر جہنم کی زندگی ہے، بیوی اور شوہر میں محبت نہیں ہے، ماں بیٹے میں محبت نہیں ہے، نہ ماں میں وہ شفقت ہے، نہ بیٹے میں وہ احترام ہے نہ کسی کمزور پر ترس آتا ہے، نہ کسی غریب کی مدد کی جاتی ہے، اور سوائے کھانے پینے اور سوائے فخر وغرور کے اور دکھاوے کے لیے مظاہرہ کرنے کے کوئی اور یہاں کام ہی نہیں ہے۔

تو بھائیو اور بہنو! آپ اس بات کا خیال رکھیں اور یہ اللہ نے موقع دیا ہے کہ مرد عورت دونوں کوشش کر کے اور شریعت کے مطابق زندگی گزار کر اور اللہ کی فرمانبرداری کر کے اور اس کے رسول کی شریعت پر چل کر وہ بڑی سے بڑی ترقیاں حاصل کر سکتے ہیں اور ترقیاں بھی کیسی روحانی ترقی، یہ ہم خوب سوچ کر کہہ رہے ہیں کہ ہم کتابیں لکھنے والے آدمی ہیں، ہم جو کچھ لکھتے ہیں اس پر بحث ہوتی ہے اس کو پکڑا جاتا ہے، اس پر سوال کیا جاتا ہے کہ یہ کیسے لکھ دیا، اس لیے ہم ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔

اللہ تعالی اپنے بندوں اوربندیوں کا الگ الگ ذکر کرتاھے:

صفات حسنہ، اعمال صالحہ اور دین کے اہم شعبوں کے ذکر کے وقت قرآن مجید صرف مردوں کے ساتھ عورتوں کا ذکر اور یہ اشارہ ہی نہیں کرتا کہ اعمال صالحہ اور صفات کریمہ میں ذکور وانات میں کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ اس کے برعکس وہ ایک ایک صفت کو الگ الگ بیان کرتا ہے اور جب مردوں کی اس صفت کا ذکر کرتا ہے تو اسی صفت سے عورتوں کو بھی موصوف کرتا اور ان کا مستقل ذکر کرتا ہے، اگر چہ اس کے لیے طویل پیرایۂ بیان ہی کیوں نہ اختیار کرنا پڑے۔

اس کی حکمت یہ ہے کہ ان صفات میں قوت وصلاحیت رکھنے والے مردوں پر عورتوں کو قیاس کرنے پر وہ انسانی ذہن آمادہ نہیں ہوتے، جنہوں نے غیر اسلامی مذاہب وفلسفہ اور قدیم معاشرت وآداب کے سایہ میں تربیت پائی ہے، ایسے ذہنوں نے ہمیشہ مردوں اور عورتوں میں تفریق کی ہے اور انھیں بہت سے فضائل میں مردوں کے ساتھ شرکت سے بھی مستثنیٰ کر رکھا ہے چہ جائے کہ ان میں ان کی مزاحمت وسبقت کو گوارا کریں، آپ میرے ساتھ اس آیت کریمہ کی تلاوت کریں: "ان المسلمين والمسلمٰت والمؤمنين والمؤمنٰت والقٰنتين والقٰنتٰت والصٰدقين والصّٰدقٰت والصٰبرين والصٰبرٰت والخٰشعين والخٰشعٰت و المتصدقين والمتصدقٰت والصآئمين والصّٰئمٰت والحٰفظين فروجهم والحٰفظٰت والذاكرين الله كثيراً والذّٰكرٰت اعد الله لهم مغفرة و اجراً عظيماً "۔(الاحزاب ۳۵)

بے شک اسلام والے اور اسلام والیاں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور صادق مرد اور صادق عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور خشوع والے اور خشوع والیاں اور تصدیق کرنے والے اور تصدیق کرنے والیاں اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے اور حفاظت کرنے والیاں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں، ان سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

بھائی اگر خدا کا معاملہ نہ ہوتا تو میں کہتا اللہ کو بڑا مزا آ رہا تھا ہر ایک کا الگ الگ ذکر کیا کسی باپ سے پوچھئے جس کے چار سات بیٹے ہوں اس کا جی چاہے گا ہر ایک کا نام لے کر وہ بتائے اور ہر ایک پر اس کو لطف آئے گا، اللہ تبارک وتعالی کی ذات بہت عالی ہے، انسانی خصوصیات اس کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتیں، لیکن اس کو انسانی ادب وانشاء کے لحاظ سے دوسرے طریقہ سے بھی ادا کیا جاسکتا تھا وغیرہ کا لفظ تو اس وقت تک ایجاد نہیں ہوا تھا مگر مسلمان مرد اور عورتیں اور ایمان لانے

والے اور ایمان لانے والی عورتیں اور اس طریقہ سے دوسرے تمام فضائل میں شریک ہونے والے مرد اور عورت؛ لیکن ایک ایک کو الگ الگ کر کے بیان کیا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اسلام اور ایمان میں تو مرد اور عورت شریک ہو سکتے ہیں "قانتات" فرمانبرداری میں، اس میں بھی ممکن ہے لیکن صادقین اور صادقات میں تو مشکل ہے، اس میں عورتیں جھوٹ بول دیتی ہیں، کبھی اپنی کمزوری چھپانے کے لیے، کبھی اپنے کھانے کی خرابی چھپانے کے لیے، کبھی اپنے بچے کی بری عادت پر پردہ ڈالنے کے لیے، کبھی سوجانے کی کمزوری پر اور عورتیں سچائی میں مردوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہیں، یہ تو مردانہ کام ہے، بہادری کا کام ہے "والسابقین والسابقات" یہ تو ٹھیک ہے لیکن "الصابرین والصابرات" وہ صبر کہاں کر سکتی ہیں، ہمیشہ یہی دیکھا گیا ہے کہ سب سے پہلے ان پر صدمہ کا اثر پڑتا ہے، سب سے پہلے ان ہی کی زبان سے فریاد نکلتی ہے، بعض وقت تو ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے، بعض وقت تو اولاد کا غم، اللہ محفوظ رکھے یا عزیزوں کا غم سب سے پہلے عورت پر پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فطرت انسانی سے واقف تھا، اللہ تعالیٰ دلوں کے چور سے واقف تھا کہ ہم اپنی بہنوں سے بدگمانی کریں گے "الصابرین والصابرات" جی نہیں صبر کے میدان میں عورتیں کسی حال میں مردوں سے پیچھے نہیں ہیں "والخاشعین والخاشعات" اب آیا معاملہ مال کا تو عورت مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتی، حاتم طائی کا نام تو سنا ہوگا، حاتمہ کا نام نہیں سنا ہوگا، اس لیے صدقہ میں عورتیں کیا دیں گی وہ جمع کرنے والی ہیں، وہ بڑی سوگھڑ عورتیں ہیں، بہت گرہست عورت ہے، یعنی بچا بچا کر رکھنے والی، اس لیے فرمایا "والمتصدقین والمتصدقت" اچھا صاحب روزہ بڑا مشکل معاملہ ہے "والصائمین والصائمات والحفظین والحفظات والذاکرین والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیماً" اتنی لمبی اعمال کی فہرست یہ کیوں بیان کی تاکہ معلوم ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جس طرح اپنے بندوں پر شفقت کرتا ہے اسی طرح اپنی بندیوں پر بھی شفقت کرتا ہے، اس کی صفت ربوبیت اور اس کی صفت رحمت مردوں اور عورتوں کے ساتھ ایک ساتھ کام کرتی ہے اور ان پر سایہ فگن ہے۔

عورتیں فضائل انسانی میں مردوں سے پیچھے نہیں:

ان آیتوں سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ بیبیاں اور شریف بیٹیاں اور خواتین سمجھیں کہ ہر میدان میں فضائل انسانی میں، مکارم اخلاق میں، فضائل اعمال میں وہ مردوں سے پیچھے نہیں ہیں اور ان کو مردوں کے برابر اجر وانعام ملے گا اور ان کی صنف اس کے مغائر نہیں ہے، ان کے مقصد آفرینش کے مغائر نہیں ہے، ان کی صنفی خصوصیات مجروح کرنے والی نہیں ہیں۔

الحمدللہ قرآن مجید کے حفظ کا تو رواج بہت رہا ہے، میرے علم میں ایک ایک گھر میں دو دو چار چار بیبیاں حافظ رہی ہیں اور میرے عزیزوں میں والد بھی حافظ اور والدہ بھی حافظ تھیں اور مجھے یہ شرف حاصل ہے کہ میری والدہ حافظ تھیں، اس کے علاوہ قرآن وحدیث سے بھی واقفیت تھی، اس زمانہ میں بزرگوں نے جو نصاب بنایا تھا اگرچہ وہ اردو میں تھا مگر بڑا جامع اور مانع تھا اور یہ بہشتی زیور جو اردو میں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ بہت کم کتابوں کو اتنی مقبولیت ملی، بہشتی زیور خود ایک بڑا اور مکمل کتب خانہ ہے اور ہزاروں اور لاکھوں انسانوں نے اس سے فائدہ اٹھایا ہوگا، اس کے علاوہ طب انسانی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں، میں نے بھی جس زمانہ میں ہوش سنبھالا ایک بہت اچھی رسم تھی اور یہاں بھی جنوبی ہند میں اگر وہ رائج ہو تو ایک بہت اچھا اضافہ ہوگا، جب کوئی تأثر کا موقع ہوتا، یا جوش کا موقع ہوتا یا تأثرات کا موقع ہوتا ہے اور مستورات بڑی تعداد میں جمع ہوتیں یا کوئی ایسا واقعہ پیش آتا ہے جس سے دلوں پر اثر ہوتا تو بلاذری کی فتوح الشام پڑھی جاتی تھی، فتوح الشام تو عربی میں ہے، ہمارے ہی خاندان کے ایک بزرگ سید عبدالرزاق صاحب کلامی نے اس کو ۲۵ ہزار شعروں میں "صمصام الاسلام" کے نام سے ترجمہ کیا ہے اور عجیب

بات ہے کہ وہ ایک غیر مسلم پریس (نول کشور پریس) میں چھپی ہے اس کا تذکرہ آیا تو معلوم ہوا کہ کاندھلہ کے خاندان میں بھی اس کا رواج تھا اور صمصام الاسلام پڑھی جاتی تھی، گویا اب وہ شاہنامہ اسلام ہے، اس میں خالص اسلامی جنگیں، جہاد فی سبیل اللہ اور جس میں صحابہ کرام اور صحابیات شامل تھیں، اس کو بڑے اثر اور ترنم کے ساتھ اور رجز خوانی وجوش کے ساتھ میرے گھر کی کوئی عزیزہ مثلاً میری خالہ جو حافظ قرآن تھیں یا ہمشیرہ مرحومہ پڑھتی تھیں تو ایک سماں بندھ جاتا تھا اور سب اپنا غم بھول جاتے تھے، کسی کام یا پیسے لینے اپنے ماں یا ہمشیرہ کے پاس آتے تھے تو دیکھتے کہ وہ رورہی ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہوں اور اتنا اثر ہوتا کہ میں بیٹھ جاتا۔

شروع شروع میں کئی شہروں کے نام مثلاً دمشق، حلب، حمص، یرموک کا نام، باب طومہ کا نام اسی کتاب سے سیکھے تھے اور جب حمص میں میرے استقبال میں وہاں کے اخوان المسلمین کے مرکز میں ایک بڑا جلسہ ہوا تو میں نے ان سے کیا کہا آپ حضرات کو معلوم ہے، ہم اسلامی جوش کہاں سے حاصل کرتے ہیں؟ ہم اسلامی جوش ''فتوح الشام'' سے حاصل کرتے ہیں اور میں نے ذرا تفصیل سے حلب اور حمص کے جلسوں میں سنایا، ہمارے یہاں عادت تھی کہ جب بیبیاں جمع ہوتی تھیں تو جنگ کے واقعات آپ کے یہاں پیش آئے ہیں اور لڑائیاں ہوئی ہیں ان کو عربی سے اردو اشعار میں ہمارے ایک بزرگ نے ترجمہ کیا ہے اور اس نے ہندوستانی مسلمانوں کو ہندوستان کے قومی دھارے کے حوالہ نہیں کیا اور وہ اپنے تشخص کو قائم رکھے ہوئے ہیں، نبی عربی اور دین عربی سے اس کا تعلق برقرار ہے اور میں نے ان کو غیرت دلائی کہ آپ آج قومیت عربیت کے دامن میں پناہ لے رہے ہیں، آپ نے تو ہم کو قومیت ہندیہ کے فتنہ سے بچایا اور اس کے لیے ہم تو مطعون ہوئے اور لوگوں نے کہا رہتے ہیں ہندوستان میں،

کھاتے ہیں یہاں کا اور گاتے ہیں عرب کا

میرے آقا بلا لو مدینہ مجھے

یہ ہندوستان کے پورے وفادار نہیں ہیں، ہم نے تو آپ کی خاطر طعنہ سنا اور آپ ابوجہل، ابولہب کی قومیت کی طرف واپس جائیں، عربوں پر ایک عجیب تأثر ہوا اور مجھ سے لوگوں نے اس تأثر کا اظہار بھی کیا، تو یہ ہمارے یہاں ایک رسم تھی اور آج بھی اس کو زندہ کیا جائے اور وہ کتاب اب بازار میں ملتی ہے کہ نہیں؛ لیکن صمصام الاسلام کے نسخے اب بھی منگوائے جاسکتے ہیں اور اسی طرح کی دوسری کتابیں مسدس حالی پڑھی جائے، اس سے انشاء اللہ ایک طرف تو ایمانی حرارت پیدا ہوگی اور اسلامی ثقافت میں اضافہ ہوگا، ہم ۱۹۵۱ء میں شام گئے تھے وہاں سے ایسے مانوس اور واقف تھے گویا میں اس سے پہلے آچکا ہوں، باب طومہ ہم جانتے تھے، یہاں پر فلاں معرکہ پیش آیا اور اس طرح بہت سے ایسے مقامات جن کے نام پڑھے لکھے لوگ بھی نہیں سنے تھے، میں نے ان سے واقف تھا۔

❁❁❁❁❁

لڑکیوں کا ایک مثالی ادارہ

جامعہ سیدہ فاطمۃ الزہراء ایک نوخیز دینی، دعوتی اور تعلیمی ادارہ ہے، جس میں مسلمان بچیوں کی دینی اور عصری تعلیم وتربیت کا بہترین انتظام ہے۔

اس وقت جامعہ میں ۸۵/ طالبات زیر تعلیم ہیں، اس لیے اہل خیر حضرات سے گزارش کی جاتی ہے کہ اس ادارہ کا زیادہ سے زیادہ تعاون فرمائیں، تاکہ اس کو اپنے دینی مشن اور تعلیمی پروگراموں کو آگے بڑھانے میں مدد مل سکے۔

نثار احمد قاسمی

ناظم جامعہ سیدہ فاطمۃ الزہراء

قصبہ سہس پور، ضلع دہرادون (اتراکھنڈ)

تجزیہ

سنگھ پریوار اور اسرائیل کا اتحاد

مولانا اسرار الحق قاسمی صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن، نئی دہلی

سنگھ پریوار متعدد زبانوں، مذہبوں، ذاتوں اور برادریوں والے اور رنگارنگ تہذیب کے حامل ملک کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کے لیے اپنے قیام کے پہلے روز سے ہی سرگرم عمل ہے؛ کیونکہ وہ ملک کی قدیم روایات وخصوصیات کو پیروں تلے روند کر ایک ایسے ملک کا خواب دیکھتا رہا ہے، جس میں صرف مخصوص فرقہ کے لوگ بودوباش اختیار کرتے ہوں اور اس میں نہ کوئی مسلمان ہو، نہ سکھ، نہ عیسائی، نہ جین اور نہ بودھ، ۱۹۴۷ء میں جب ملک آزاد ہوا تب بھی آر ایس ایس کے کارکنان یہی چاہتے تھے کہ آزاد ملک میں ہندوفرقہ کے مخصوص طبقے کے ہاتھوں میں ہی تمام اختیارات ہونے چاہئے اور کسی دوسرے مذہب یا فرقہ کے لیے اس ملک میں کوئی گنجائش نہیں ہونی چاہئے، مزید یہ کہ ملک کا آئین ونظام بھی انہیں کے مطابق ہونا چاہئے، مگر چونکہ ہندوستان میں متعدد ذاتیں، برادریاں، طبقات، مختلف رنگ ونسل اور مذاہب کے لوگ قدیم زمانہ سے ہی آباد رہے اور ان سب کی بے پناہ قربانیوں کے نتیجہ میں ہی ملک آزاد ہوا تھا، اس لیے ان کی قربانیوں کو یکسر فراموش کر کے ان کے وجود کو خطرہ میں نہ ڈال کر ایسا آئین ترتیب دیا گیا جس میں تمام طبقات کے حقوق یکساں رکھے گئے اور ہزاروں سال پرانی ہندوستان کی خصوصیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے نئے ہندوستان کی تعمیر عمل میں لائی گئی، سنگھ پریوار کو آزاد ملک میں جمہوری نظام وآئین سے اتفاق نہیں ہوا اور وہ ''ہندوراشٹر'' کے نظریہ کو لے کر ملک کے سیکولر نظام کا دشمن بن گیا، پورے ہندوستان پر اپنا حق جتانے والے اس پریوار نے سب سے پہلے اپنی جارحیت کا نشانہ ملک کی آزادی کے سرخیل اور ہیرو گاندھی جی کو ہی بناڈالا۔

سنگھ پریوار نے ملک بھر میں اپنی جڑیں مضبوط کرنے اور افرادی قوت بڑھانے کے لیے فرقہ وارانہ منافرت کو ہوا دینی شروع کی اور بھیانک فسادات کا ایک لمبا سلسلہ چھیڑ دیا، یوں تو فسادات کی زد میں سکھوں اور عیسائیوں کو بھی لیا گیا تاہم مسلمانوں کو خاص طور سے نشانہ بنایا گیا، اس کا ثبوت آزادی کے بعد سے اب تک منظم طور پر وجود میں لائے جانے والے ہزاروں ہندومسلم فسادات ہیں، ملک کے مسلمانوں کے خلاف جذباتی نعروں اور ان پر بھیانک الزامات لگا کر آر ایس ایس اور اس کی ذیلی تنظیموں نے یقیناً اپنی افرادی قوت میں اضافہ کر لیا، متعدد رپورٹوں کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ آج ان سخت گیر گروہوں کے پاس ایسے افراد کی کثیر تعداد ہے جو پرتشدد واقعات کو انجام دینے اور فساد مچا کر بہت سے لوگوں کو جانی ومالی نقصان پہنچانے کے لیے تیار رہتے ہیں، گجرات فساد کے دوران جو لوگ بڑھ چڑھ کر درندگی کا مظاہرہ کر رہے تھے وہ خاصی تعداد میں تھے، ان کے سروں پر بھگوا پٹیاں تھیں اور وہ ترشول اور خطرناک ہتھیاروں سے لیس تھے، مہاراشٹر میں نونرمان سینا اور شیوسینا کا قہر ہنوز جاری ہے اور ان گروہوں کے لیڈران کی جانب سے عوام کو تشدد اختیار کرنے اور ملک کے حالات بگاڑنے پر اکسایا جارہا ہے۔

اگرچہ آر ایس ایس اور اس سے وابستہ تنظیمیں خود کو ملک کا وفادار اور دوسرے طبقات کو ملک کا غدار کہتے نہیں تھکتیں لیکن حقیقت یہ ہے

کہ وہ خود ملک کی دشمن ہیں اور ملک میں بغاوت پھیلانا چاہتی ہیں، اپنے ناپاک مقاصد کے حصول کے لیے سنگھ پریوار ایک ایسے ملک سے بھی اتحاد کر رہا ہے جسے موجودہ دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد کہا جاسکتا ہے، سنگھ پریوار اور اسرائیل کے مابین اتحاد کی خبریں اگرچہ اس سے پہلے بھی وقتاً فوقتاً منظر عام پر آتی رہی ہیں تاہم اے ٹی ایس کے ذریعہ مالیگاؤں بم دھماکوں کے جرم میں گرفتار لیفٹنٹ کرنل پرساد پروہت، سادھوی پرگیہ سنگھ ٹھاکر اور سوامی دیانند پانڈے، راکیش دھاوڑے، میجر ریٹائرڈ رمیش اپادھیائے، شونارائن کل سنگرا اور ان کے دیگر ساتھیوں سے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں انہوں نے اس بات کو صاف کردیا ہے کہ سنگھ پریوار اسرائیل کی مدد سے ہندوستان میں خطرناک کارروائیاں انجام دینے میں مصروف ہے، مالیگاؤں کیس سے متعلقہ چار ہزار سے زائد صفحات پرمبنی جو چارج شیٹ خصوصی عدالت میں پیش کی گئی ہے اس میں گرفتار کئے گئے سادھوی پرگیہ، سوامی دیانند اور کرنل پروہت سمیت ۱۱ردہشت گردوں کے خلاف وافر تعداد میں ثبوت موجود ہیں۔

اسرائیل کی مدد سے ہندوراشٹر بنانے کی خطرناک منصوبہ بندی کی تفصیلات بھی اے ٹی ایس کو حاصل ہوچکی ہیں، چارج شیٹ میں کہا گیا ہے کہ پروہت نے الگ آئین اور الگ ہندوراشٹر کی تشکیل کا پروپیگنڈہ کرنے کی غرض سے ۲۰۰۷ء میں ہندو وادی تنظیم ابھینو بھارت تشکیل دی اور ہندوراشٹر کے قیام کے مقصد سے لیفٹیننٹ کرنل پروہت اور دیگر ملزمین نے ضرورت پڑنے پر اسرائیل سے مدد لینے کا منصوبہ بنایا تھا، سوامی دیانند پانڈے کے لیپ ٹاپ سے حاصل ہونے والی ایک آڈیو ریکارڈنگ میں لیفٹنٹ کرنل پروہت نے بتایا کہ ''مسلح آریہ ورت حکومت کے قیام کے لیے اس نے اسرائیل سے مدد طلب کی ہے اور اسرائیل ہتھیار فراہم کرنے کے لیے تیار ہے'' کرنل پروہت نے اسرائیل کی جانب سے سیاسی وسفارتی تعاون دینے کی بات بھی کہی ہے، یہی نہیں بلکہ بعض رپورٹوں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسرائیل میں جلاوطن حکومت (ہندوراشٹر) قائم کرنے کے متبادل منصوبہ کو عملی شکل دینے پر بھی غور کیا جارہا تھا، اتنے سارے ثبوتوں کے بعد اب اس میں کوئی شک باقی ہی نہیں رہا کہ سخت گیر ہندو جماعتیں اور اسرائیل دونوں مل کر ہندوستان میں خطرناک منصوبوں پر عمل پیرا ہیں۔

ظاہری بات ہے کہ اسرائیل کے ساتھ سخت گیر ہندو جماعتوں کا اتحاد اور مشترکہ طور پر زیرغور وزیرعمل منصوبہ بندیاں ایک دو مہینے میں پوری نہیں ہوگئیں بلکہ یہ سب کچھ گذشتہ کئی سالوں یا کئی دہائیوں سے کیا جارہا ہوگا؛ لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ حکومت یا خفیہ ایجنسیوں کو چند ماہ قبل تک اس کی بھنک بھی نہیں تھی، اگر تفتیشی ایجنسیاں اسرائیل کی مدد سے ملک کے شدت پسند گروہوں کی دہشت گردی کا پتہ لگانا چاہتیں تو بم دھماکوں میں استعمال کیے جانے والے بموں کی ساخت، ان میں پائے جانیوالے کمیلز، ملک بھر میں جہاں تہاں پھیلا ہوا دہشت گردوں کا نیٹ ورک اور ای میل کے ذریعہ ملنے والے پیغامات اور ان کی زبان وانداز سے بآسانی پتہ لگاسکتی تھیں لیکن کبھی ہماری ایجنسیوں اور پولس نے اس بارے میں سوچنے تک کی بھی زحمت نہ کی۔

اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ یا تو ہمارے ملک کی خفیہ ایجنسیاں جو ملک یا ملک کے باہر کام کررہی ہیں وہ اپنے فرائض سے غافل ہیں اور فعال ہونے کے بجائے جمود کی شکار ہیں، یا پھر وہ جان بوجھ کر سخت گیر جماعتوں اور اسرائیل کی سازگانٹھ کو نظرانداز کررہی تھیں، مگر سوال یہ ہے کہ کیا یہ کوئی معمولی بات تھی جس سے ہوشیار رہنا ضروری نہیں تھا؟ کیا ملک کے موجودہ آئین ونظام کو ختم کرنے اور اسرائیل کی مدد سے ملک بھر میں دہشت گردانہ واقعات کو انجام دینے کی کوشش ملک کی سالمیت کے لیے خطرناک نہیں ہے؟ تشویشناک بات تو یہ ہے کہ حکومت اس معاملہ میں افسوسناک حد تک بےحسی کا ثبوت دیتے ہوئے اسرائیل کو اپنے ملک میں قدم جمانے کا موقع فراہم کررہی ہے اور تخریب کار ظالم وجابر اسرائیل کے ساتھ

دوستی کو حکومت فخر خیال کر رہی ہے، کتنے تعجب کی بات ہے کہ ٹھوس ثبوتوں اور تفصیلات کے آجانے کے بعد بھی نہ سنگھ پریوار کے خلاف کوئی قدم اٹھایا گیا ہے اور نہ ہی ملک میں اسرائیل کے بڑھتے اثر ورسوخ کو کم کرنے کی منصوبہ بندی کی گئی ہے، شاید حکومت یہ سمجھتی ہے کہ سنگھ پریوار اور اسرائیل کا اتحاد صرف مسلمانوں ہی کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا جن سے اسے کوئی لینا دینا نہیں، اگر حکومت یا اہم سرکاری عہدیداروں کی یہ سوچ ہے تو یہ ناقص سوچ ہے، کیونکہ آر ایس ایس اور اسرائیل کی تخریبی اور خطرناک کارروائیاں صرف مسلمانوں تک محدود نہ رہیں گی بلکہ ان کی سازشوں اور منفی کارروائیوں سے پورا ملک متأثر ہوگا، ملک کا نظام متأثر ہوگا، ملک کا آئین متأثر ہوگا، کچھ بعید نہیں کہ دنیا کے یہ خطرناک گروہ ملک کے حالات کو اس قدر دگرگوں کردیں کہ صدیوں تک اس کی تلافی نہ ہوسکے، لفٹیننٹ کرنل پروہت اور میجر ریٹائرڈ رمیش اپادھیائے کا دہشت گردی میں ملوث ہونا اور اسرائیل سے سازگانٹھ کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہمارے ملک کی فوج میں شامل بعض عناصر ملک کے موجودہ نظام کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو رہے ہیں اور خطرناک انقلاب لانے کے لیے یہ فوجی اسرائیل سے سازگانٹھ کر رہے ہیں، اس کا ایک پہلو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ملک کی فوج میں اسرائیل کا اثر ورسوخ بھی بڑھتا جارہا ہے، اگر فوجیوں میں دن بدن اس طرح کے رجحانات پرورش پاتے رہے اور وہ اسرائیل کے اشاروں پر کام کرنے لگے تو ملک کا کیا ہوگا، غور طلب امر ہے، یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ مسلم دشمنی کی بنیاد پر خطرناک مجرموں کو نظر انداز کرنے کی ملک کو بڑی قیمت چکانی پڑسکتی ہے، یہ وقت دہشت گردی اور ملک میں تخریب کاری پھیلانے والے گروہوں کے خلاف سخت فیصلے لینے کا ہے، یہ وقت اسرائیل سے تعلقات وسیع کرنے کا نہیں، منقطع کرنے کا ہے، یہ وقت آر ایس ایس اور اس کی ذیلی تنظیموں کو ڈھیل دینے کا بھی نہیں بلکہ ان کے خلاف سخت سے سخت قدم اٹھانے کا ہے۔ ❁❁❁

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی

اہم تصانیف

۱- مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو) ۱۰/روپئے

۲- بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قوائد، مشق اور طریقہ تدریس اردو) ۱۰/روپئے

۳- جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ) ۳/روپئے

۴- ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی) ۲۰/روپئے

۵- رہنمائے طریقت (شریعت وطریقت، تصوف وسلوک، اخلاق حمیدہ ورذیلہ) ۱۰/روپئے

۶- مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا (فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات، عربی) ۵/روپئے

۷- الامامۃ فی الصلاۃ مسائلہا واحکامہا (امامت کے مسائل واحکام، عربی) ۳۰/روپئے

۸- التدخین بین الشرع والطب (تمباکو ونشہ آور چیزیں شریعت وطب کی روشنی میں، عربی) ۲۰/روپئے۔

۹- حیات عبدالرشید (حضرت رائے پوری کے خلیفہ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ کی سوانح حیات) ۵۰/روپئے

۱۰- سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ (حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کے والد ماجد کی سوانح حیات) ۵۰/روپئے

۱۱- تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ (مولانا محمد میاں شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی وناظم اعلی جمعیۃ علماء ہند کے حالات زندگی اور کارنامے) ۵۰/روپئے

۱۲- تذکرہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ (مولانا اشرف علی تھانوی کے مختصر حالات زندگی) ۸/روپئے

۱۳- تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ (علامہ ندویؒ کے مختصر حالات زندگی) ۸/روپئے

۱۴- تذکرہ حضرت مدنی (حضرت سید حسین احمد مدنی کے مختصر واہم حالات) ۸/روپئے

۱۵- چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید (چودہ بزرگوں کے حالات) ۳۰/روپئے

۱۶- مقالات ومشاہدات (مختلف موضوعات پر تقریباً ۲۷/مضامین کا مجموعہ) ۳۰/روپئے

۱۷- مکتوبات اکابر (۲۰/بزرگوں کے خطوط کا مجموعہ) ۳۰/روپئے

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

فقہ جدید

مسئلۂ ایل سی (L.C.) یعنی عقد معجونِ مرکب مشتمل بر حوالہ، وکالہ اور کفالہ

مفتی محمد جعفر ملی رحمانی دار الافتاء جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر

ایل سی (Letter of credid) کے ذریعہ جو کاروبار کیا جاتا ہے اس میں اطرافِ اربعہ شریک ہوتے ہیں۔

(۱) ایکسپورٹر (Exporter)

(۲) امپورٹر (Importer)

(۳) ایل سی (Letter of credid) کھولنے والا بینک۔

(۴) وہ لوکل بینک جو ایل سی کھولنے والے بینک کی شروط کو ایکسپورٹر تک پہنچاتا ہے اور ایل سی کے مطابق آرڈر کا مال ارسال کرنے پر ایل سی کے سندی کاغذات میں مرقوم مال کی قیمت دینے کا مکلّف ہوتا ہے، عقد کی یہ صورت وکالہ، حوالہ، کفالہ اور ضمان کا مجموعہ ہے۔

ایل سی باعتبارِ وکالہ:

وکالت اس اعتبار سے کہ مقامی بینک بیرونی بینک کی جانب سے سندی کاغذات کی تفتیش اور دفعِ قیمت میں نائب ہوتی ہے اور مقامی بینک کو بیرون بینک کی طرف سے ایل سی میں موجودہ شرطوں کے مطابق آرڈر ارسال کرنے کی صورت میں جو قیمت ادا کرنے کا مکلّف بنایا جاتا ہے وہ از راہِ توکیل ہے۔

ایل سی باعتبارِ حوالہ:

ایکسپورٹر (Exporter) اور امپورٹر (Importer) دونوں ایل سی کھولنے والے بینک کے لیے مالی ذمہ کے ضامن ہوتے ہیں، بایں طور کہ امپورٹر ایکسپورٹر کو ایل سی کھولنے والے بینک کا حوالہ دیتا ہے، اور جب ایکسپورٹر اس کو قبول کرتا ہے تو ثمن امپورٹر کے ذمہ سے بینک کے ذمہ کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

ایل سی باعتبارِ ضمان وکفالہ:

ایل سی کھولنے والا بینک امپورٹر وایکسپورٹر دونوں کے لیے ضامن (Bailor\Guarantor) ہوتا ہے، امپورٹر کے لیے اس بات کا کہ اس کی سندات (Documents) کو مشتری تک پہنچائے اور اس کی چھان بین کرے اور اس کی تمام شرطیں اچھے انداز سے نافذ ہوں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بینک مشتری (Purchaser\Buyer) کی طرف سے ادائے ثمن کے لیے وکیل یا محتال علیہ یا ضامن اور بائع (Seller) کی طرف سے تسلیم مبیع کا ضامن بن سکتا ہے یا نہیں؟

کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ادائے ثمن کے لیے حوالہ، وکالہ اور کفالہ تینوں جائز ہیں۔

پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حوالہ، وکالہ اور کفالہ کی صورت میں بینک اپنی خدمت کی اجرت لے سکتا ہے یا نہیں؟ تو حوالہ میں محتال علیہ محیل سے اپنی خدمت کی اجرت نہیں لے سکتا کیوں کہ یہ عقد تبرع ہے، البتہ وکالہ اور کفالہ کی خدمت پر اجرت لی جاسکتی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ ایل سی میں مکتوب رقم (ڈالر) کو ثمن غیر مقبوض کہیں گے یا نہیں، اگر غیر مقبوض ہے تو قبل القبض اس میں تصرف درست ہے یا نہیں؟

تو مذکورہ تمام تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ایل سی میں

مکتوب رقم (جو آرڈر کے مطابق مال ارسال کرنے پر ایکسپورٹر کو مقامی بینک ادا کرتی ہے) کو ثمن غیر مقبوض کہا جائے گا، اور ثمن غیر مقبوض میں تصرف اسی وقت درست ہوتا ہے جب کہ ثمن حاضر (Cash price) ہو، یا مشتری (Importer) بائع (Exporter) کو اس کا مالک بنادے جب کہ بیع کی مذکورہ صورت میں ایل سی کھولنے والے بینک کی جانب سے اپنے وکیل بینک کو اس طرح کی ہدایت ہوتی ہے کہ ایل سی میں مکتوب رقم ایکسپورٹر کو اسی وقت دی جائے، جب وہ ہماری آرڈر کے مطابق مال ارسال کرے۔

معلوم ہوا کہ ایل سی پر مکتوب رقم دین کے قبیل سے ہے، اور وہ بھی دین محتمل کہ آرڈر پورا کردیا تو ملے گا ورنہ نہیں، اس طرح کے دین کا ایکسپورٹر کا بینک میں جاکر موجودہ قیمت کے اعتبار سے ایک ماہ کے وعدے پر سودا کرنا بیع الدین بالدین (Sale credit on credit) ہے، کیونکہ جن ڈالرز کا سودا ہو رہا ہے وہ بھی دین ہے اور اس کے عوض ایک ماہ بعد جو انڈین کرنسی ملنے والی ہے وہ بھی دین ہے اور اسی کو بیع الکالی بالکالی بھی کہتے ہیں، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایل سی (Letter of credit) کے ذریعہ خرید وفروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو چونکہ موجودہ زمانے میں مروجہ کارڈز (Cards) کئی طرح کے ہیں مثلاً:

(۱) ڈیبٹ کارڈ (Debit card)

(۲) چارج کارڈ (Charge card)

(۳) کریڈٹ کارڈ (Credit card)

(۴) اے ٹی ایم کارڈ (Autometed Transfer Machine)۔

(۵) ڈیبٹ کارڈ (Debit card) اس کارڈ کے حامل کا پہلے سے اکاؤنٹ اس ادارے میں ہوتا ہے جس ادارے کا اس نے کارڈ حاصل کیا ہے، کارڈ ہولڈر (Card holder) جب بھی اس کارڈ کو استعمال کرتا ہے، ادارہ اس کے اکاؤنٹ (Acount) میں موجود رقم سے اس کی ادائیگی کردیتا ہے، لیکن کارڈ ہولڈر (Card holder) کو اس میں ادھار کی سہولت حاصل نہیں ہوتی، بلکہ جب تک اس کے اکاؤنٹ میں رقم موجود ہے صرف اسی وقت تک اس کارڈ کو استعمال کرسکتا ہے، اس کارڈ کے حصول اور استعمال کے لیے جو رقم ادا کی جاتی ہے وہ کارڈ کا معاوضہ اور سروس چارج ہے، اس لیے اس کا ادا کرنا جائز ہے۔

اس کارڈ کا استعمال، اس کے ذریعے خرید وفروخت اور ایک کھاتہ سے دوسرے کھاتہ میں رقم کی منتقلی بلا شبہ جائز اور درست ہے، کیونکہ اس میں نہ قرض کی صورت ہے نہ سود کی، البتہ کارڈ ہولڈر (Card holder) کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس کارڈ کو غیر شرعی امور میں استعمال نہ کرے۔

(۶) چارج کارڈ (Charge card) اس کارڈ کے حامل کا ادارہ میں پہلے سے اکاؤنٹ نہیں ہوتا ہے، بلکہ ادارہ کی طرف سے کارڈ ہولڈر کو متعین ایام تک ادھار کی سہولت فراہم ہوتی ہے، جس میں اس کو ادارے سے لی گئی رقم کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے اور متعینہ مدت میں ادائیگی کی صورت میں سود نہیں لگتا، البتہ اگر کارڈ ہولڈر (Card holder) وقت پر ادا نہ کرے تو پھر سود ادا کرنا پڑتا ہے، ادارہ اس کارڈ کو جاری کرنے کی فیس وصول کرتا ہے۔

اس کارڈ کا استعمال مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

☆ کارڈ ہولڈر (Card holder) اس بات کا پورا پورا انتظام واہتمام کرے کہ وہ وقتِ مقررہ سے پہلے ہی ادارے سے لیا گیا قرض ادا کردے، تاکہ کسی بھی وقت سود عائد ہونے کا امکان باقی نہ رہے۔

☆ کارڈ ہولڈر (Card holder) اس کارڈ کو غیر شرعی امور میں استعمال نہ کرے۔

☆ اگر ڈیبٹ کارڈ (Debit card) سے ضرورت پوری ہو رہی ہو تو بہتر ہے کہ چارج کارڈ (Charge card) کو استعمال نہ کرے۔ ﴿بقیہ صفحہ ۴۵ ر پر......﴾

محاسبہ

ربیع الاول کی آمد اور......

حمیداللہ قاسمی کبیرنگری

مکانوں پر یہ جلتے بجھتے قمقمے، فضاؤں میں سرسراتے پرچم، بینروں کی بہار، مزاروں اور درگاہوں پر دھوم دھام، گلی کوچوں میں مردوزن کا ہجوم، ایسا لگتا ہے کہ ربیع الاول کا مبارک مہینہ شروع ہوگیا، اب تو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر بہت کچھ ہوگا، وہی جذبۂ عشق جو پورا سال میٹھی نیند سوتا رہا، مگر اب اچانک بیدار ہوجائے گا اور اس مبارک مہینہ کے آتے ہی اس کے عشق کی چنگاری بھڑکنے لگتی ہے، سویا ہوا جذبہ ایک بار پھر کروٹیں بدلنے لگتا ہے اور سیرت کے تذکروں اور محفلوں کا ایک دور شروع ہوجاتا ہے، تمام شہروں میں سیرت کے جلسوں کی گہما گہمی اور ہماہمی شروع ہوجاتی ہے، جگہ جگہ تقریبات کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں، اخبارات و رسائل کے ذمہ داران سیرت کے موضوع پر خصوصی شمارہ شائع کرنے کو باعث برکت سمجھتے ہیں اور نہ جانے کہ سیرت کے حوالے سے ربیع الاول کے مہینہ میں اور کیا کیا ہوتا ہے، بہر حال سیرت کا ذکر دنیا وآخرت دونوں کی سعادت کا ذریعہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر سے دلوں کی کایا پلٹ جاتی ہے، مگر موجودہ حالات کو سامنے رکھ کر اگر غور کیا جائے تو اسی سے جڑا ہوا ایک سوال ہماری توجہ کا طالب ہوتا ہے اور وہ ہے ہماری نماز۔

نماز کے سلسلے میں مسلمان جس غفلت کا شکار ہیں اور اس کے تعلق سے جس قسم کی بے توجہی کا مظاہرہ ہورہا ہے وہ حد درجہ افسوسناک ہے، حیرت تو اس بات کی ہے کہ ہم اپنی زبان سے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دم بھرتے ہیں، آقا سے اپنی محبت کا دعوی کرتے ہیں، مگر ہمارے طور طریقے اور اعمال واشغال، تعلیمات رسول، ہدایات محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سراسر خلاف ہیں کیونکہ ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل آخری وقت میں جب کہ نبض چل رہی تھی اور نزع کا عالم طاری تھا، ایسے وقت ہمیں جو وصیت فرمائی وہ نماز کی وصیت فرمائی کہ ''اے لوگو! نماز کا خیال کرنا، نماز کا اہتمام کرنا، نماز کی پابندی کرنا اور اپنے غلاموں کی رعایت کرنا، جیسا کہ حدیث کے الفاظ ہیں ''الصلوۃ وما ملکت ایمانکم'' لیکن حقیقت کا پردہ اٹھایئے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے دلوں میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ذرہ برابر بھی نہیں، اگر محبت ہے تو ان جلسوں، جلوسوں، میلادوں، فضول خرچی اور ان رسمی مظاہروں سے، جس میں مردوزن کا اختلاط ہوتا ہے، جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی طور پر منع کیا ہے کہ غیر محرم عورتوں سے اختلاط تو بڑی چیز ہے ان کی جانب نظر اٹھانے کو بھی آپ نے دین وایمان کی ہلاکت قرار دیا تھا، بیجا اسراف وفضول خرچی سے تمہیں باز رہنے کی ہدایت فرمائی تھی؛ لیکن آج انہیں کے نام پر ان جلسوں جلوسوں میں تم وہ سب کچھ کرتے ہو جس سے تمہارے محسن نے روکا تھا اور فرمایا تھا کہ اے لوگو! دنیا کی رنگا رنگی میں مت آنا، بس نمازوں کی پابندی کرنا اور اپنے غلاموں کی رعایت کرنا، مگر ہمارا حال یہ ہے کہ ربیع الاول کو منانے میں نماز جیسی اہم عبادت کو بھی نظر انداز کردیتے ہیں۔

اس لیے ضروری ہے کہ ہم ماہ ربیع الاول میں سیرت کے جلسے وجلسوں کے ساتھ نمازوں کی پابندی کریں اور اپنے خدا سے لو لگائیں کیونکہ آخرت کی کامیابی کا سارا دارومدار نماز کی پابندی اور اس اہم عبادت کو سینے سے لگائے رکھنے میں ہی مضمر ہے۔ ❁❁❁

انجام کار

غرور کا عبرت ناک انجام

سید اطہر اورنگ آبادی، مہاراشٹر

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو متنبہ کرتے ہوئے متعدد مقامات پر فرماتے ہیں'' بلاشبہ شیطان انسانوں کا کھلا دشمن ہے'' انسانوں کے ساتھ شیطان کی دشمنی کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ باوا آدم کے ساتھ ہی شروع ہوگئی تھی، اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم کے بعد ''فرشتوں اور جنوں کو حکم دیا کہ سجدہ میں گر جاؤ آدم کے سامنے، سوسب سجدہ میں گر گئے سوائے ابلیس کے، اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آ گیا اور ہوگیا کافروں میں سے''۔ (ترجمہ آیت ۳۴ / بقرہ)

پھر ارشاد ہوا کہ ''تو آسمان سے نکل جاؤ کیونکہ تو مردود ہوگیا اور بے شک تجھ پر لعنت رہے گی قیامت کے دن تک، اس پر شیطان نے کہا ''میں قسم کھاتا ہوں کہ میں دنیا میں (معاصی کو) مرغوب کر کے دکھاؤنگا اور ان سب کو گمراہ کروں گا، بجز آپ کے ان بندوں کے جو ان میں سے منتخب کئے گئے'' ملاحظہ ہو آیات ۳۴ / ۳۹ / ۴۰ / سورہ الحجر، اس کے بعد اس نے سب سے پہلے لغزش میں ڈال دیا آدم علیہ السلام وحوا کو جس کے نتیجہ میں انھیں بھی زمین پر اتار دیا گیا، تب سے لے کر قیامت تک وہ اولاد آدم کو بہکانے کے کام میں لگا رہے گا، اپنی ذلت کا بدلہ لینے کے لیے شیطان اسی ہتھیار کا استعمال کرتا ہے جس کے سبب وہ راندۂ درگاہ ہوا، وہ انہیں طرح طرح کے غرور میں مبتلا کر دیتا ہے، کسی کو علم کے، کسی کو جسمانی طاقت کے، کسی کو اقتدار کے، تو کسی کو دولت کے غرور میں۔

تجربات اور مشاہدات سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے زیادہ انسان گمراہ ہوئے ہیں مال و دولت کی وجہ سے، جب بھی کسی کے ہاتھ میں چار پیسے آجاتے ہیں تو وہ شیطان کے چکر میں پھنس کر اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ اس کی اپنی محنت، ہوشیاری اور ہنرمندی سے حاصل ہوئے ہیں، حالانکہ وہ سنجیدگی سے غور کرے تو اسے پتہ چلے گا کہ اس کے اطراف واکناف ایسے بہت سے لوگ ہیں جو اس سے زیادہ محنتی، ہوشیار اور ہنرمند ہیں پھر بھی وہ مفلسی کا شکار ہیں، دوسری طرح ایسے بھی بے شمار لوگ ہیں جو علم و ہنر اور فہم و فراست میں کم تر ہونے کے باوجود اس سے کہیں زیادہ مال دار ہیں، اس لیے ایک اچھا مسلمان جانتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں زیادہ روزی دیتے ہیں اور جس کو چاہیں کم دیتے ہیں اور اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں''۔ (سورہ روم آیت نمبر ۹۷)

اہل ایمان اگر دولت وزر پاتے ہیں تو خدائے رزاق الرحیم کا شکر ادا کرتے ہیں اور تنگدستی میں مبتلا ہوتے ہیں تو راضی بہ رضا رہتے ہیں، قرآن کریم جو کتاب ہدایت ہے، سورہ القصص میں دولت کے باعث غرور کا ایک عبرتناک قصہ اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتے ہیں'' قارون، موسیٰ علیہ السلام کی برادری میں سے تھا، سووہ (کثرت مال کی وجہ سے) ان لوگوں کے مقابلہ میں تکبر کرنے لگا اور اس کے مال کی کثرت یہ تھی کہ ہم نے اس کو اس قدر خزانے دئے تھے کہ ان کی کنجیاں کئی کئی زورآور شخصوں کو گراں بار کر دیتی تھی، جب کہ اس کو اس کی برادری نے (سمجھانے کے طور پر) کہا کہ تو اس مال وحشمت پر مت اترا، واقعی اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتے اور یہ بھی کہا کہ تجھ کو اللہ نے جتنا دے رکھا ہے اس میں سے عالم آخرت کی جستجو بھی کیا کر اور دنیا سے

اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموش مت کر اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی (اس کے بندوں کے ساتھ) احسان کیا کر، دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو، بے شک اللہ تعالی فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے، یہ سن کر قارون کہنے لگا کہ مجھ کو تو یہ سب میری ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے، کیا اس نے یہ نہ جانا کہ اللہ تعالی اس سے پہلے گذشتہ امتوں میں ایسے ایسوں کو ہلاک کر چکے ہیں جو قوت (مالی) میں اس سے کہیں بڑھے ہوئے تھے اور مجمع (بھی) ان کا زیادہ تھا، پھر وہ ایک بار اپنی آرائش اور شان کے ساتھ اپنی برادری کے سامنے نکلا، جو لوگ دنیا کے طالب تھے کہنے لگے کیا خوب ہوتا کہ ہم کو بھی وہ ساز وسامان ملا ہوتا جیسا کہ قارون کو ملا ہے، واقعی وہ بڑا صاحب نصیب ہے اور جن لوگوں کو فہم عطا ہوئی تھی وہ (ان حریصوں سے) کہنے لگے کہ ارے تمہارا ناس ہو، اللہ تعالی کے گھر کا ثواب ہزار درجہ بہتر ہے وہ ایسے شخص کو ملتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اور پھر وہ (ثواب کامل طور پر) ان ہی کو دیا جاتا ہے جو صبر کرنے والے ہوں، پھر ہم نے اس قارون کو اور اس کے محل سرا کو زمین میں دھنسا دیا، سو کوئی ایسی جماعت نہ ہوئی جو اس کو اللہ کے عذاب سے بچا لیتی اور نہ وہ خود ہی اپنے کو بچا سکا، جو لوگ اس جیسا ہونے کی تمنا کر رہے تھے وہ اس کو زمین میں دھنستا ہوا دیکھ کر کہنے لگے بس جی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور (جس کو چاہے) تنگی سے دینے لگتا ہے، اگر اللہ کی مہربانی ہم پر نہ ہوتی تو ہم کو بھی دھنسا دیتا، پس معلوم ہوا کہ کافروں کو فلاح نہیں ہوتی، یہ عالم آخرت ہم ان لوگوں کے لیے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا اور نیک نتیجہ متقی لوگوں (اللہ سے ڈرنے والوں) کو ملتا ہے''۔ (ترجمہ آیات ۷۶ تا ۸۳ سورہ القصص)

متذکرہ بالا دو واقعات من وعن بیان کر دئے گئے، امید ہے کہ جو لوگ کم علمی یا نادانی کے باعث دانستہ نادانستہ طور پر غرور وتکبر کے خطرناک دلدل میں پھنس گئے ہیں وہ اپنے آپ کو آزاد کرانے کی پوری پوری کوشش کریں گے تاکہ دونوں جہاں کی ذلت وخواری سے محفوظ رہیں، ساتھ ہی وہ لوگ جو اپنی تمام تر جد وجہد اور جائز کوششوں کے باوجود دنیاوی دولت سے محروم ہیں اپنے ایمان کو سلامت رکھتے ہوئے اور صبر وتحمل سے زندگی گزارتے ہوئے خود کو ثواب آخرت کا حقدار بنائیں گے کہ اللہ کے گھر کا ثواب دنیاوی مال ودولت اور جاہ وحشمت سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

❁❁❁❁❁❁

قلم کار حضرات متوجہ ہوں!

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لیے اپنے دینی، اصلاحی، ادبی، دعوتی، تاریخی اور تحقیقی مضامین ارسال فرما کر اس دعوتی مشن کو آگے بڑھانے میں ہمارا تعاون کریں۔

❁ مضامین خوشخط، صاف اور کاغذ کے صرف ایک طرف ہی تحریر فرمائیں۔

❁ مضامین ارسال کرتے وقت رسالہ کے معیار اور علمی ذوق کا خاص لحاظ رکھیں۔

❁ شائع شدہ مضامین شامل اشاعت نہیں ہوں گے۔

❁ ناقابل اشاعت ہونے کی صورت میں مضامین واپس نہیں کیے جائیں گے۔

❁ مضامین بغیر حوالہ کے معتبر نہیں ہوں گے۔

نیز نقوش اسلام کے اندر شامل مضامین میں قلمکار حضرات جو رائے پیش کرتے ہیں، وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہوتی ہے، اس سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

سیرت نبویؐ

آخری پیغمبر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، ہجرت اور وفات کا تفصیلی خاکہ

مولانا محمد حذیفہ غلام محمد وستانوی، استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دنیا کے عظیم ترین انقلابوں میں سے ایک اہم انقلاب کا پیش خیمہ ہے، آپ کی حیات طیبہ مثالیہ میں ماہ ربیع الاول بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے، اس لیے کہ اسی ماہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پُرنور ولادت باسعادت بھی ہوئی، اسی ماہ میں بحکم خداوندی حضرت ابوبکرؓ کی رفاقت میں مدینہ کی طرف ہجرت بھی ہوئی، اور اسی ماہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات بھی ہوئی، تو آئیے ہم ان تینوں واقعات سے عالم پر کیا اثرات مرتب ہوئے اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

مذکورہ تینوں واقعات ''ولادت، ہجرت، وفات'' صرف مسلمانوں ہی کے لیے انقلابی نہیں رہے، بلکہ پورے عالم کے لیے انقلابی رہے، جن وانس، بحروبر، زمین وآسمان، چاندوسورج، شہاب وستارے، جبل وحجر، سب پر ان واقعات نے انمٹ نقوش چھوڑے، مگر افسوس کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ صرف ولادت کو لے کر نصاریٰ کی طرح ''عید میلاد النبی'' پر اکتفا کرتے ہوئے ہجرت ووفات کو پس پشت ڈال دیتا ہے، حالاں کہ یہ دونوں واقعات وحادثات بھی ولادت سے کم اہمیت کے حامل نہیں۔

ولادت نبوی:

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کسی عام ولادت کے مانند نہیں، دیگر اطفال کی ولادت پر یا تو ایک خاندان یا ایک شہر یا بہت بہت تو ایک ملک خوشیاں مناتا ہے، مگر آپ کی ولادت پر کائنات کا ذرہ ذرہ شادمانی وفرحت سے جھوم رہا تھا، آسمان پر فرشتے اور زمین پر دیگر مخلوقات بے پایاں مسرتوں میں ڈوبے ہوئے تھے، اسی لیے آج بھی اگر کسی کو آپ کی ولادت کا خیال آجائے تو خوشیوں سے پھولا نہیں سماتا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو حضرت فاطمہ بنت عبداللہ فرماتی ہیں کہ پورا گھر نور اور روشنی سے چمک اٹھا اور ستارے اتنے قریب ہوگئے کہ ایسا محسوس ہونے لگا ابھی زمین پر گر پڑیں گے، والدۂ رسول بی بی آمنہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت عام عورتوں کی طرح مجھے کسی طرح کی تکلیف نہیں ہوئی، میں نے دیکھا تو آپ مختون (ختنہ شدہ) تھے اور آپ اپنی سبابہ (یعنی شہادت کی انگلی) کو اٹھائے ہوئے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایسے دور میں ہوئی جب گھٹاٹوپ تاریکیاں چھائی ہوئی تھی اور آپ کی ولادت نے ان تاریکیوں کو چھانٹ کر رکھ دیا اور دنیا میں مختصر عرصہ میں ایسا سراپا خیر انقلاب برپا کردیا کہ تاریخ بشر میں کوئی اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتا۔

جس وقت اور جس زمانہ میں آپ کی بعثت ہوئی، کرۂ ارض کے مختلف خطوں میں انسان قسما قسم کے عقائد باطلہ کے دلدل میں پھنسا ہوا تھا، بعض تو پتھروں جیسی جامد اور حقیر مخلوق کو خدا بنائے بیٹھے تھے، بعض وہ تھے جو خود سے جنت کی خرید وفروخت کرکے اپنے آپ کو جنت کا ٹھیکیدار بنا بیٹھے تھے، بعض اجرام فلکی کے پرستار تھے، مگر جیسے ہی آپ

کا ظہور قدسی ہوا یہ تمام اوہام باطلہ یکے بعد دیگرے اوندھے منہ زمین بوس ہونے لگے۔

اللہ رب العزت نے آپ کو ایسے معجزات اور کمالات سے نوازا کہ بڑے بڑے محققین و مدبرین بھی آپ کی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے عاجز آ گئے، مگر اس کا حق ادا نہ کر سکے، آپ کو تام و مکمل دین اور نبوت کا خاتم بنا کر مبعوث کیا، آپ کی رسالت، آپ کی دعوت، آپ کی نبوت، آپ کا دین، آپ کی امت، آپ کی شخصیت سب عالمگیر ٹھہرے، آپ کو ایسی کتاب دی گئی کہ چودہ سو سال سے اس پر ہر زمانہ میں لاکھوں انسان خامہ فرسائی کرتے آ رہے ہیں، مگر پھر بھی اس سے نکلنے والے چشمے تھمنے کا نام نہیں لیتے۔

آپ ہی کی برکت سے دنیا کو حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف، حضرت مصعب ابن عمیر، حضرت سعد ابن ابی وقاص، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت عبداللہ ابن زبیر، حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص، حضرت امیر معاویہ، حضرت خالد بن ولید، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابوذر، حضرت معاذ ابن جبل، حضرت اسامہ ابن زید، حضرت زید ابن حارثہ، حضرت زید ابن ثابت، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت حذیفہ ابن یمان، حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح، وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسی عظیم ہستیاں میسر ہوئیں، جنہوں نے ہر باب میں اسوہ چھوڑ کر دنیا کو جینے کا سلیقہ سکھایا۔

غرضیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت، امام احمد کی روایت کے مطابق دوشنبہ (پیر) کے دن ہوئی، آپ کی ہجرت اور آمدِ مدینہ، آپ کی وفات سب اسی دن ہوئے، عام الفیل کا سال تھا، ربیع الاول کی ۸ تاریخ ابن عبداللہ اور ابوبکر الخوارزمی کی تحقیق کے مطابق اور ابن سعد طبقات میں محمد الباقر کے حوالے سے ۱۰؍ تاریخ کو اور محمد ابن اسحاق نے ۱۲؍ تاریخ قرار دیا ہے، ابن حجر نے ۴؍ تاریخ اور ۱۴؍ تاریخ کا قول بھی نقل کیا ہے، البتہ اس پر اتفاق ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کو اہمیت حاصل ہے وہیں آپ کی ہجرت کو بھی اہمیت حاصل، کیوں کہ ہجرت کے بعد دنیا دارالاسباب ہے، لہٰذا سبب کے درجہ میں یہی کہا جائے گا کہ اسلام کو پھلنے اور پھولنے کا موقع ملا اور روئے زمین پر اسلامی ریاست وجود میں اسی واقعہ ہجرت کے بعد آئی، جس نے حکومت اسلامی کو تشکیل دیا، اور رہتی دنیا تک کے لیے یہ نمونہ پیش کر دیا، کہ صحیح اسلامی ریاست، صحیح اسلامی معاشرہ، صحیح اسلامی خلافت، صحیح اسلامی نظریۂ سیاست، صحیح اسلامی شوریٰ کیا ہوتے ہیں، اور دنیا میں حکومت کس طرح کی جاتی ہے، اس نومولود ریاست اسلامیہ کو یہ شرف حاصل ہے، ایک طویل عرصہ تک وہ پوری تندہی کے ساتھ، اسلام اور انسان کی خدمت میں لگی رہی، دنیا کو یہ سکھایا کہ عدل کیا ہوتا ہے؟ مساوات کیا چیز ہے؟ حقوق کیا ہوتے ہیں؟ اور کس طرح قائم ہوتا ہے؟ اور توازن کس طرح برقرار رہتا ہے؟ علم کیا چیز ہے؟ ثقافت اور تہذیب کسے کہتے ہیں؟ مدنیت کا صحیح معیار کیا ہے؟ گویا واقعہ ہجرت صرف اسلام اور مسلمانوں کے لیے نہیں، بل کہ پورے عالم اور ساری انسانی برادری اور تمام دیگر مخلوقات کے لیے اہمیت کا حامل ہے، اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ''اسلامی تاریخ کے آغاز کے لیے اسے معیار بنایا اور کہا کہ واقعہ ہجرت ہی نے حقیقی معنی میں حق اور باطل کے درمیان خطِ فاصل کھینچا تھا، اسی کو تاریخ اسلامی کے لیے معیار قرار دیا جائے''۔

وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

اسلام ہی نہیں بلکہ انسانی نقطۂ نظر سے یہ دنیا محض ایک گذرگاہ ہے، جو بھی اس دنیا میں آیا اسے ضرور جانا بھی ہے ''کل من علیها فان و یبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام'' سنت اللہ یہی ہے کہ ''کل نفس ذائقة الموت'' ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اس دنیا کو اللہ نے بڑا ہی دلچسپ اور حیرت انگیز بنایا، جہاں دنیا میں خوشیوں کے بہت

سے مواقع ہوتے ہیں وہیں غم کے بھی بے شمار مواقع انسانی زندگی میں آتے رہتے ہیں، مگر تمام غموں میں انسانی نقطۂ نظر سے سب سے بڑا غم کسی کی موت اور فراق سے ہوتا ہے اور اسلامی نقطۂ نظر سے ''ضیاع حق''، یعنی دین برحق سے ہاتھ دھو بیٹھنا؛ یہ موت سے بھی بڑی مصیبت ہے۔

غرضیکہ کسی کی بھی موت ہوتی ہے تو کچھ افراد غم سے دوچار ہوتے ہیں، کبھی کوئی وفات پاتا ہے تو ایک خاندان یا کئی خاندان غم زدہ ہوتے ہیں، کبھی کوئی مرتا ہے تو ملک غم میں ڈوب جاتا ہے، کبھی دنیا کا ایک طبقہ غم سے چور چور ہو جاتا ہے، مگر دنیا پر ایک غم ایسا بھی آیا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس موت سے نڈھال ہوکر رہ گیا، اس کی وفات کا اثر حیوانات، جمادات، نباتات، علویات، سفلیات؛ سب پر ہوا، اور وہ ہے موت حبیب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ آپ کی موت سے نبوت کا اختتام عمل میں آیا، آپ کی موت سے ''وحی الٰہی'' کا سلسلہ منقطع ہو گیا، جو خالق ومخلوق کے درمیان براہ راست تعلق کی ایک کڑی تھی۔

حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت اور عشق تھا، لہٰذا یہ ایک امرِ فطری تھا کہ آپ کا فراق اور جدائیگی ان کے لیے اتنی آسان نہیں تھی، اسی لیے خود اللہ رب العزت نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی وفات سے قبل ہی ان کو تیار کرنا شروع کر دیا تھا، اور صحابۂ کی ذہن سازی کا آغاز کر دیا تھا۔

امام ابن ماجہ نے ایک روایت نقل کی ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ سے کہا:

کہ اے لوگو! اگر تم میں سے کسی مسلمان پر کوئی مصیبت آئے تو وہ گھبرائے نہیں کیونکہ میرے موت سے بڑی مومن کے لیے کوئی مصیبت نہیں ہوسکتی، میری امت کے لیے سب سے بڑی مصیبت میری موت ہے۔ (ابن ماجہ، حدیث نمبر ۱۵۹۹)

خود قرآن کریم میں ایسی آیات آپ کی وفات سے پہلے نازل کی گئی کہ جس سے صحابہ کے دلوں کو مضبوط رکھا گیا۔

ایک جگہ ارشاد ہے: ''آپ کو بھی موت واقع ہوگی اور ان کو بھی''۔ (سورۂ زمر: ۳۰)

دوسری جگہ ارشاد ہے: ''ہم نے آپ سے پہلے کسی بھی انسان کو خلود نہیں بخشا، جب آپ ہی موت سے دوچار ہوں گے تو کیا وہ لوگ یعنی آپ کے علاوہ کوئی ہمیشہ رہ سکتے ہیں''۔ (سورہ انبیاء: ۳۴، ۳۵)

یعنی آپ سید الخلائق، آپ سید ولد آدم، آپ امام المرسلین، آپ خاتم النبیین، آپ خاتم الشرائع، آپ امام الابرار، آپ حبیب اللہ، اگر کسی کو اللہ خلود سے نوازنے کا فیصلہ کرتا تو اس کے لیے آپ ہی کی ذات موزوں تھی، مگر اللہ کا اصول اور قدرتی قانون ہے ''کل نفس ذائقة الموت''، ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

اسی طرح سورہ آل عمران میں، سورۂ فتح میں بھی آپ کی وفات کے وقوع کو بیان کیا، معلوم ہوا کہ آپ کی وفات بہت ہی عظیم واقعہ ہے، جس کے لیے صحابہ کو تقریباً دس سال قبل ہی سے مسلسل تیار کیا جا رہا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت معاذ ابن جبل کو، حضرت فاطمہ، حضرت جابر وغیرہ صحابہ کو بھی اپنی موت کا اشارہ دیدیا تھا۔

مرض الوفات:

خیبر کے مواقعہ پر ایک یہودی عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو پکائی ہوئی بکری پیش کی جس میں زہر ملایا گیا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کہا یہ بکری کا گوشت مجھے اطلاع دے رہا ہے کہ اس میں زہر ہے، امام ابوداؤد (۴۵۱۲) کی روایت کے مطابق آپ نے اپنے مرض الوفات میں کہا تھا کہ آج بھی خیبر والا زہر مجھے محسوس ہو رہا ہے، بلکہ اب تو شدت اختیار کر گیا ہے، امام احمد (۳۳۴۱۵) کی روایت کے مطابق ام مبشر نے بھی مرض الوفات میں تکلیف دیکھ کر دریافت کیا تھا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آخر آپ کیوں اتنی تکلیف محسوس کر رہے ہیں؟ تو آپ نے جواب میں عرض کیا، بس وہی خیبر والا کھانا، اس کے کھانے سے حضرت ام مبشر

کے صاحبزادے پہلے ہی وفات پا چکے تھے، اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت میسر ہوئی اور آپ کو بیماری کی وجہ سے رفع درجات سے نوازا گیا۔

مرض الوفات کا آغاز:

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک صحابی کا انتقال ہوگیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تدفین کی اور حج میں تشریف لائے، میرے سر میں تکلیف تھی، تو میں تکلیف کی وجہ سے کراہتے ہوئے کہہ رہی تھی ''وارسا ٔہ'' ہائے میرا دردسر، تو آپ نے کہا، تیرا نہیں میرا درد کررہا ہے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا اگر تیرا انتقال مجھ سے پہلے ہو جائے تو تجھے کوئی پریشانی نہیں، کیونکہ میں تجھے غسل بھی دوں گا، کفن بھی پہناؤں گا، پھر تیری نماز جنازہ بھی پڑھاؤں گا، اور اپنے ہاتھ سے تجھے سپرد خاک کروں گا؛ تو عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے مزاحاً کہا، تب تو آپ ان سب امور سے فارغ ہوکر اپنے گھر آکر دوسری شادی کرلیں گے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا دیا اور اس کے فوراً بعد ہی آپ بیمار ہوگئے۔(احمد ۲۵۳۸، وابن ماجہ ۱۴۶۵)

ابتداء ربیع الاول ہی سے مرض کا آغاز ہوگیا، جب آپ کی بیماری نے شدت اختیار کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات سے اجازت لے کر میرے حجرے میں قیام کی اجازت طلب کی اور سب نے اجازت دے بھی دی، جب اجازت مل گئی، تو دو آدمیوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر میرے حجرے کی طرف آئے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمہائے مبارک زمین پر گھسٹ رہے تھے۔(بخاری ۱۹۸، مسلم ۴۱۸)

نبی کریمؐ کے لیے موت اور خلد کا اختیار:

ابومویہبۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، فرماتے ہیں ایک رات نصف لیل کے قریب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا بھیجا اور پھر کہا مجھے بقیع جانے اور ان کے لیے دعا کا حکم ملا ہے، لہٰذا تم بھی ساتھ چلو، آپ نے بقیع پہنچ کر ان کے لیے دعائیں کیں اور ارشاد فرمایا: اے ابومویہبۃ مجھے خلد اور لقاء رب کے درمیان اختیار دیا گیا ہے، تو میں فوراً بول اٹھا تب اے اللہ کے رسول، آپ اولاً خلد یعنی دنیا میں ہیشگی کو اختیار کرلیں، بعد میں لقاء تو رب کا ہونا ہی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بخدا میں نے لقاء رب (یعنی موت) کو اختیار کرلیا۔(مسند احمد: ۱۵۵۶۷، الدارمی: ۷۸)

بخاری اور مسلم کی روایت میں بھی ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے برسرعام اختیار بین الموت والخلد کو بیان کیا، تو حضرت ابوبکر رو پڑے، کیوں کہ وہ قرب موت کو بھانپ گئے۔(البخاری: ۳۶۵۴، مسلم: ۲۳۸۲)

نبی کریمؐ کی زندگی کے آخری لمحات:

امام ابن کثیر کی تحقیق کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳/ایام بیمار رہے اور سلیمان تیمی وغیرہ کی تحقیق کے مطابق ۱۰/ایام بیمار رہے۔(فتح الباری: ۷/۷۳۶)

حضرت انس ابن مالک فرماتے ہیں کہ وفات سے قبل تین دن شدت مرض کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم امامت صلوٰۃ کے لیے نہ آسکے، یہاں تک کہ تیسرے دن جب نماز شروع ہوگئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ عائشہ سے پردہ اٹھایا، حضرت انس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور نمودار ہوا تو ایک عجیب سا منظر رونما ہوگیا، حضرت ابوبکر نے پیچھے ہٹنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارے سے امامت کا حکم فرمایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردا گرادیا، بس یہ ہمارا آخری دیدار تھا، اس کے بعد ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پُرنور چہرہ مبارک کو نہ دیکھ سکے۔(بخاری: ۶۸۱ مسلم: ۴۱۹)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب بالکل آخری وقت تھا اور غشی طاری ہورہی تھی، جب آپ کچھ ہوش میں آتے تو معوذتین پڑھ کر بدن پر پھونکتے اور ہاتھ سے بدن پر دم کرکے پھیرتے، پھر جب مرض انتہائی شدت اختیار کرگیا تو میں خود معوذتین پڑھ کر دم کرتی۔(البخاری: ۴۴۳۹، مسلم: ۲۱۹۲)

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کا وقت قریب آیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سرِ مبارک میری ران پر تھا، آپ پر غشی طاری ہوئی، جب بے ہوشی دور ہوئی تو آنکھیں کھولیں اور آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگے " اللھم فی الرفیق الاعلیٰ"بس میں سمجھ گئی اب یہ آخری گھڑی ہے، اس کے بعد آپ کی روح مقدس قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (بخاری: ۴۴۳۷)

وفات کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن میں پانی رکھا ہوا تھا، آپ اس میں ہاتھ ڈبوتے اور چہرے انور پر ملتے اور یہ دعاء پڑھتے :"اللھم اعنی علی سکرات الموت" ۔(احمد: ۲۳۸۳۵ ترمذی: ۹۷۸ ابن ماجہ: ۱۶۲۳)

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ زوالِ شمس کے بعد انتقال ہوا اور امام نووی وغیرہ فرماتے ہیں کہ زوال سے پہلے ۔(البدایہ: ۵/۲۲۳ تہذیب: ۲۳)

انتقال کے وقت آپ کی عمر مبارک یا تو ۶۳ سال یا ۶۵ سال یا ۶۰ سال تھی۔

وفات رسول اللہؐ اور غمِ صحابہ رضی اللہ عنھم اجمعین:

امام ابن رجب تحریر فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، تو صحابہ پر گویا مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، بعض صحابہ کا حال تو یہ ہوا کہ جیسے ہی وفات رسول کی خبر کان پر پڑی بدحواس ہوگئے، جو کھڑے تھے، تو کھڑے کے کھڑے ہی رہ گئے، جو بیٹھے تھے، وہ بیٹھے کے بیٹھے ہی رہ گئے، جو خاموش تھے، ان کی زبان بند ہوکر رہ گئی اور بعضے صحابہ کو تو آپ کی موت پر یقین ہی نہیں آیا۔ (لطائف المعارف: ۱۱۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کی وفات کے وقت ابوبکر موجود نہیں تھے، جب آپ تشریف لائے تو حجرہ شریفہ میں داخل ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے چادر سرکائی، پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کی زندگی بھی قابل رشک، اور موت بھی قابل رشک (اللہ اکبر) اس کے بعد لوگوں کو تسلی دی، قرآن کی چند آیات تلاوت کیں اور صحابہ کو آپ کی موت کی یقین دہانی کروائی، پوری مسجد نبوی آہ و فغاں اور رونے کی آواز سے لرز اٹھی۔ (البخاری: ۳۶۶۷)

حضرت فاطمۃ الزہرا کہنے لگی: "یا ابتاہ من ربہ ما ادناہ یا ابتا الی جبریل ننعاہ یا ابتاہ جنۃ الفردوس مأواہ" ۔(النسائی: ۱۸۴۴)

حضرت انس ابن مالک خادم خاص رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ جملہ بولتے جاتے اور روتے جاتے، کوئی دن ایسا نہیں گذرا جس میں اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادت سے محروم رہا اور پھر خوب روئے۔ (احمد: ۱۲۸۵۵)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ کے لیے سب سے زیادہ منور اور بابرکت دن وہ تھا جب اللہ کے رسول اور صدیق اکبر مدینہ میں داخل ہوئے، اور سب سے المناک دن وہ تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات ہوئی۔ (احمد: ۱۱۸۲۵)

حضرت ابوذئیب ہذلی فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مدینہ میں داخل ہوا، تو پورا مدینہ آہ و بکاء سے لرز رہا تھا اور ایسا لگ رہا تھا جیسے حج کی موقع پر لوگ ایک ساتھ لبیک کی آواز لگا رہے ہو، ہر شخص زار و قطار رو رہا تھا، میں نے دریافت کیا، یہ کیا ماجرا ہے؟ تو لوگوں نے روتی ہوئی آواز سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے۔ (فتح الباری: ۸/۵۸۰)

حضرت عثمان بن عفان پر آپ کی وفات کا غم ایسا سوار تھا کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے، حضرت عمر نے سلام کیا تو محسوس ہی نہ ہوا اور جواب نہ دے سکے۔ (الطبقات الکبریٰ: ۲/۸۴)

حضرت ام ایمن زار و قطار رونے لگی اور کہنے لگی، ہائے افسوس اب رب ذوالجلال کی جانب سے آنے والی وحی منقطع ہوگئی۔ (احمد: ۱۲۱۷۹)

حضرت حسان نے مرثیہ خوانی کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

يَبْكُوْنَ مَنْ تَبْكِي السَّمٰوٰاتُ يَومَـهٗ
وَ مَنْ قَدْ بَكَتْهُ الاَرْضُ فَالنَّاسُ اَكْمَدُ

صحابہ رو رہے ہیں ایک ایسی شخصیت کی وفات پر، جس کی وفات کے دن آسمان اور زمین بھی روئے، جب آسمان اور زمین روئے، تو انسان کو تو بدرجۂ اولیٰ رونا چاہیے:

وَ مَا فَقَدَ الْمَاضُوْنَ مِثْلَ مُحَمَّـدٍ
وَ لَا مِثْلُـهٗ حَتّٰى الْقِيَامَـةِ يُفْقَـدُ

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عظیم شخصیت، نہ تو ماضی میں کبھی فوت ہوئی اور نہ مستقبل میں کبھی اتنی عظیم ہستی فوت ہوگی:

فَبُوْرِكْتَ يَا قَبْرَ الرَّسُوْلِ وَ بُـوْرِكْتُ
بَلادُ ثُوِىَ فِيْهَا الرَّشِـيْدُ مُسَـدَّدُ

اے قبر رسول تو بڑی بابرکت ہے اور مدینہ رسول تو بھی بڑا بابرکت ہے کہ خاتم الانبیاء جیسی ہستی کو، جو رشد و ہدایت کے سب سے بڑے معمار تھے، اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں:

وَ هَلْ عَدَلَتْ يَـوْمٌ رَزِيَّتَ هَالِكٍ
رَزِيَّةَ يَـوْمٍ مَاتَ فِـيْهِ مُحَـمَّـدُ

کیا تاریخ انسانیت میں کوئی ایسا دن ہوسکتا ہے جو اس دن کے برابر ہو جائے، جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی (منتخب اشعار از دیوان حسان ابن ثابت)

یہ تو چند اشعار ہیں ورنہ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسان جب تک زندہ رہے، برابر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آپ کو ستاتی رہی، اور آپ اشعار کہتے رہے۔

تاریخ عرب کے مشہور شاعر ابوالعتاہیہ نے آپ کی شان میں کہا:

فَإِذَا اَتَتْكَ مُصِيبَةٌ تُشْجىٰ بِهَا
فَاذْكُرْ مَصَابَكَ بِالنَّبِيِّ مُحَمَّدِ

جب کوئی ایسی مصیبت تجھ پر آپڑے، جو تجھے نڈھال کر دے، تو اس دن کی مصیبت کو یاد کر جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات حسرت آیات ہوئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل اور تدفین:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے کپڑوں ہی میں غسل دیا گیا۔ (ابوداؤد: ۳۱۴۱)

آپ پر نماز جنازہ فرادی فرادی پڑھی گئی، یعنی ایک ایک کر کے، نہ کہ جماعت کے ساتھ۔ (مصنف ابن شیبہ: ۷/۴۳۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بغلی کھودی گئی۔ (ابن ماجہ: ۱۵۵۷)

آپ کی وفات سن ہجری گیارہ ربیع الاول کے مہینے میں دوشنبہ کو ہوئی اور تدفین چہارشنبہ کو عمل میں آئی۔ (البدایہ: ۵/ ۲۳۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں حضرت علی، فضل ابن عباس، قثیم ابن عباس اور آپ کے آزاد کردہ غلام شقران اترے تھے۔ (سیر ابن ہشام: ۴/ ۴۱۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیتیں:

اپنے مرض الوفات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا" لعن الله عزوجل اليهود وا لنصارىٰ اتخذ و قبور انبيائهم مساجداً" اللہ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی کہ انہوں نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر آپ کا یہ ارشاد نہ ہوتا تو صحابہ بھی آپ کی قبر کو عمدہ اور بلند و بالا بناتے، مگر اس ارشاد کی وجہ سے ایسا نہیں کیا۔ (البخاری: ۱۱۳، مسلم: ۵۳۱)

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ آخری ایام میں آپ نے یہ وصیت بھی کی: "اخرجوا المشركين من جزيرة العرب" غیر مسلموں کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔ (البخاری: ۵۰۵۳، مسلم ۱۶۳۷)

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری ایام میں بار بار فرمایا کرتے تھے:"الصلوة و ما ملكت ايمانكم" نماز کا مکمل اہتمام کرنا اور اپنے ماتحتوں پر ظلم مت کرنا، حضرت ام مسلم فرماتی ہیں کہ جب تک زبان میں طاقت رہی، ان کلمات کو دہراتے رہے۔ (ابن ماجہ: ۱۶۲۵) ﴿بقیہ......صفحہ ۳۸ پر﴾

نویں قسط

مسائل وفقہ

امامت کے مسائل اور احکام

محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی

عورت کی امامت:

مردوں کے لیے کسی عورت کی اقتداء جائز نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''تم عورتوں کو اس جگہ سے مؤخر کرو جہاں سے اللہ تعالی نے ان کو مؤخر کیا ہے'' (مصنف عبدالرزاق جلد ۳ رصفحہ ۱۴۹) چنانچہ ان کو امامت کے لیے آگے بڑھانا جائز نہیں۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۱۱)

کتاب الفقہ میں ہے کہ مقتدی مردوں کے لیے عورت اور ایسے مخنث (ہجڑے) کی امامت درست نہیں جس کی مرد یا عورت سے مشابہت کا پتہ چلنا مشکل ہو، البتہ عورت کی امامت عورت کے حق میں اور خنثیٰ مشکل (جس ہجڑے کا یہ پتہ نہ چلے کہ یہ مرد سے مشابہ ہے یا عورت سے) کی امامت عورت کے حق میں باتفاق ائمہ ثلاثہ جائز ہے، مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ (کتاب الفقہ صفحہ ۳۶۳ رجلد ۱)

''موسوعۃ الفقہیۃ'' میں ہے کہ مردوں کی امامت کے لیے شرط یہ ہے کہ امام مرد ہو، عورت کی امامت مردوں کے لیے درست نہیں، فقہاء کا اس پر اتفاق ہے، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''تم عورتوں کو اس جگہ سے مؤخر کرو جہاں سے اللہ تعالی نے ان کو مؤخر کیا ہے (فتح الباری صفحہ ۴۰۰ رجلد ۱) عورتوں کو مؤخر کرنے کا حکم ان کی امامت کی ممانعت کی دلیل ہے، اس کے علاوہ حضرت جابرؓ سے ایک روایت مرفوعاً منقول ہے کہ کوئی عورت ہرگز کسی مرد کی امامت نہ کرے (ابن ماجہ صفحہ ۳۴۳ رجلد ۱) نیز عورت کی امامت مردوں کے لیے باعث فتنہ بھی ہوگی اور جہاں تک عورتوں کے لیے عورت کی امامت کا مسئلہ ہے تو جمہور فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں، ان کی دلیل حضرت ام ورقہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گھر کی عورتوں کی امامت کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۹۷ رجلد ۱)

لیکن احناف عورت کی امامت کی کراہت کے قائل ہیں؛ کیونکہ اس سے ایک واجب یا کم از کم مستحب کا ترک لازم آتا ہے، جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے، چنانچہ عورت کے لیے اذان و امامت دونوں مکروہ ہیں اور امام بننے کی صورت میں عورت کا آگے بڑھ کر کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے اور امامت کی صورت میں عورت درمیان صف میں کھڑی ہوگی۔ (جواہر الاکلیل صفحہ ۷۸ رجلد ۱)

مالکیہ کے یہاں عورت کی امامت عورتوں کے لیے بھی درست نہیں، خواہ نماز فرض ہو یا نفل، مخنث کی امامت مردوں کے لیے یا خود اپنے جیسے مخنثوں کے لیے بھی درست نہیں ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ اس میں یہ احتمال رہتا ہے کہ یہ مخنث عورت ہو اور اس کا مقتدی مرد ہو، البتہ خنثیٰ مشکل کی امامت عورتوں کے لیے کراہت کے ساتھ جائز ہے، جمہور فقہاء کے یہاں بلا کراہت جائز ہے، مالکیہ کے یہاں یہ بھی اسی طرح جائز نہیں جیسا کہ عورتوں کی امامت عورتوں کے لیے مطلق جائز نہیں۔ (الموسوعۃ الفقہیہ صفحہ ۲۰۴ رجلد ۶)

صاحب بدائع الصنائع رقم طراز ہیں: کہ مرد کے لیے عورت کی اقتداء صحیح نہیں ہے، کیونکہ عورت مردوں کے لیے امامت کی اہل نہیں، پس عورت کی نماز مرد کے حق میں معدوم ہوگی، لہٰذا اس کی اقتداء کے کوئی معنی نہ رہے اور وہی بنیاد ہے (جو معدوم ہوچکی) اسی طرح مرد کے لیے خنثیٰ مشکل کی اقتداء بھی جائز نہیں، کیونکہ ممکن ہے وہ عورت ہو،

ہاں عورت کی اقتداء عورت کے لیے صحیح ہے، کیونکہ دونوں کی حالت یکساں ہے، مگر ان کا تنہا نماز پڑھنا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے، کیونکہ عورتوں کی جماعت منسوخ ہے۔

عورت کے لیے مرد کی اقتداء:

عورت کا مرد کی اقتداء کرنا جائز ہے، جب کہ امام عورت کی امامت کی نیت بھی کرے، امام زفرؒ کے نزدیک امامت کی نیت شرط نہیں، امام حسن بن زیادؒ حضرت امام اعظمؒ سے روایت کرتے ہیں کہ عورت اگر امام کے پیچھے نماز کے لیے کھڑی ہو جائے تو اس کی اقتداء صحیح ہو جائے گی، اگر چہ امام اس کی امامت کی نیت نہ کرے، پھر اگر عورت مرد کے پہلو میں کھڑی ہو جائے تو (بصورت عدم نیت) صرف عورت کی نماز فاسد ہوگی مرد کی نہیں، اور اگر مرد نے اس عورت کی امامت کی نیت بھی کی تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی، یہ امام ابوحنیفہ کا قول قدیم ہے اور اس کی توجیہ یوں کی ہے کہ جب عورت مرد کے پیچھے نماز کیلئے کھڑی ہوئی تو اس کا قصد اداء نماز کا ہے، مرد کی نماز کو فاسد کرنے کا نہیں ہے، لہٰذا اس صورت میں امامت کی نیت شرط نہیں، اور جب عورت مرد کے پہلو میں کھڑی ہو جائے، تو اس کا مقصد ادا نماز کے بجائے مرد کی نماز کو فاسد کرنے کا ہے، لہٰذا اس کا قصد خود اس کی نماز کے فاسد ہونے کا باعث بن جائے گا، البتہ اگر مرد نے اس کی امامت کی نیت کی ہو تو مرد کی نماز فاسد ہوگی، کیونکہ مرد اس نقصان کا خود ذمے دار ہے اور عورت کی صف پیچھے لگانے پر مامور ہے، ایسے ہی عورت کا خنثیٰ مشکل کی اقتداء کرنا بھی جائز ہے؛ کیونکہ اگر خنثی مرد ہے تو بھی عورت کا مرد کی اقتداء کرنا صحیح ہے اور اگر وہ خنثیٰ عورت ہے، تو عورت کو تو عورت کی اقتداء کرنا جائز ہے ہی؛ لیکن خنثیٰ کے لیے مناسب یہ ہے کہ صف سے آگے بڑھ کر کھڑا ہو، درمیان صف میں کھڑا نہ ہو، تا کہ مرد ہونے کی صورت میں محاذات کی وجہ سے اس کی نماز فاسد نہ ہو جائے، اسی طرح اس پر عورتوں کی امامت کی نیت بھی ضروری ہوگی تا کہ مرد ہونے کی صورت میں عورتوں کا اقتداء کرنا درست ہو جائے، خنثیٰ مشکل کا خنثیٰ مشکل کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے امام عورت ہو اور مقتدی مرد، تو بعض وجوہ سے مرد کا عورت کی اقتداء کرنا لازم آئے گا، احتیاط اسی میں ہے کہ اقتداء نہ کرے۔ (بدائع الصنائع صفحہ ۳۵۲ رجلد ا)

بچہ کی امامت:

مردوں کے لیے جائز نہیں کہ نابالغ بچے کی اقتداء کریں، کیونکہ بچے کی نماز نفل ہے اور نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی، اور تراویح، سنن مطلقہ یعنی سنن رواتب اور ایک روایت کے مطابق عید کی نماز اور صاحبین کے نزدیک وتر کی نماز، صلاۃ کسوف وخسوف اور صلاۃ الاستسقاء بچے کی اقتداء میں ادا کی جاسکتی ہے، مشائخ بلخ نے مظنون پر قیاس کرتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا ہے (مظنون کہتے ہیں اس شخص کو جو نماز مکمل پڑھ لے اور پھر اس کو شک ہو جائے، کہ اس کی نماز مکمل ہوئی یا نہیں ہوئی، تو ایک یا دو رکعت مزید پڑھ لیتا ہے، اب اس ایک یا دو رکعت میں کوئی دوسرا آدمی اس کی اقتداء کر لیتا ہے تو مشائخ بلخ کے نزدیک یہ اقتداء صحیح ہو جائے گی، حالانکہ یہ ایک یا دو رکعت مظنون کے حق میں نماز مکمل ہونے کی صورت میں نفل ہوگی، تب بھی مقتدی مفترض کی نماز امام متنفل کے پیچھے صحیح ہو جاتی ہے اسی طرح بچے کے پیچھے مفترض کی نماز درست ہو جاتی ہے) لیکن ہمارے مشائخ بخارا نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے، بعض فقہاء نے مطلق نوافل میں بچے کی اقتداء کرنے کے سلسلہ میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے مابین اختلاف نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمارے فقہاء کے یہاں سنن میں بچے کی اقتداء مطلق ناجائز ہے، اس میں اختلاف نہیں، البتہ نوافل مطلق میں (جو کسی سبب کے ساتھ مقید نہ ہوں، مسببہ کی مثال تحیۃ المسجد اور مطلقہ کی مثال کسی بھی وقت پڑھے جانے والے نوافل) امام ابو یوسفؒ بچے کی اقتداء اجازت نہیں دیتے، جب کہ امام محمدؒ بچے کی اقتداء کی نوافل مطلقہ میں اجازت دیتے ہیں، راجح قول امام ابو یوسف ہی کا ہے، لہٰذا کسی بھی نماز میں بچے کی اقتداء درست نہ ہوگی، وجہ یہ ہے کہ بچے کے نفل بالغ کے نفل کے مقابلہ میں ادنی ہیں،

یہی وجہ ہے کہ اگر بچہ نفل کو فاسد بھی کردے تو بالاتفاق بچے پر قضا واجب نہیں ہوگی، اور بالغ پر فاسد کرنے کی صورت میں نفل نماز کی قضا واجب ہوگی، لہٰذا ادنی کے پیچھے اقوی کی نماز درست نہ ہوگی، مظنون پر جہاں تک مشائخ بلخ کے قیاس کرنے کا تعلق ہے تو چونکہ مظنون کی نماز یقینی طور پر نفل نہیں بلکہ مظنون اس میں غور خوض کی کوشش کرتا ہے (آیا میری نماز مکمل ہوگئی یا نہیں) لہٰذا نماز مکمل ہونے کی صورت میں اگر چہ مظنون کے حق میں یہ نماز نفل ہوگی مگر مقتدی کے حق میں یہ ظن معدوم سمجھا جائے گا اور فرض ہی تصور کیا جائے گا، گویا مفترض کے پیچھے مفترض ہی کی نماز ہوئی، دوسرا قیاس بچے کی اقتداء سے بھی کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ بچے کے پیچھے بچے کی نماز اس لیے درست ہوجاتی ہے کہ دونوں کی نماز اور حالت متحد ہوتی ہے، قوی اور ضعیف کا مسئلہ ہی نہیں۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۱۱؍جلد۱)

صاحب بدائع الصنائع رقم طراز ہیں کہ باشعور بچہ تراویح میں نابالغ بچوں کی امامت کرسکتا ہے، البتہ تراویح میں بالغین کی امامت کے سلسلہ میں مشائخ کا اختلاف گزر چکا ہے، نیز مجنون اور بے شعور نابالغ بچہ اصلاً نماز ہی کا اہل نہیں، لہٰذا امامت کا بھی اہل نہیں۔ (بدائع صفحہ ۳۸۸؍جلد۱)

امامت کے مکروھات:

گزشتہ اوراق میں امامت کے مکروہات تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں، اب اخیر میں اجمالی طور پر ایک نظر ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے، نابینا اگر افضل القوم نہ ہو تو اس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے، یہی حکم ولد الزنا کا بھی ہے، جاہل خواہ دیہاتی ہو یا شہری، عالم کی موجودگی میں اس کی امامت مکروہ ہے، خوبصورت بے داڑھی کے نوجوان یعنی امرد کی امامت بھی فتنہ کے پیش نظر مکروہ ہے، اگر چہ وہ اعلم القوم ہی کیوں نہ ہو، اگر لوگوں کے لیے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں، ایسے بے وقوف کی امامت بھی مکروہ ہے جو عمدہ تصرف پر قادر نہ ہو، اسی طرح مفلوج، مجذوم اور ایسا ابرص جس کے برص کے داغ بہت پھیل چکے ہوں، مسلوب الخصیتین، ایسا لنگڑا جو قدم کے بعض حصے سے چل پاتا ہو، ہاتھ کٹا ہوا، ان سب کی امامت بھی مکروہ ہے۔

اجرت لے کر امامت کرنے والے کی امامت بھی مکروہ ہے، الا یہ کہ وقف کرنے والے نے اس کے لیے اجرت کی شرط لگائی ہو، تب امامت مکروہ نہیں، اس وقت یہ اجرت صدقہ یا تعاون کے طور پر ہوگی، اگر امام کا مسلک مقتدی کے مسلک سے مختلف ہو اور مقتدی کو شک ہے کہ ہمارے مسلک کے مطابق نماز اور وضو کو فاسد کرنے والی چیزوں میں امام رعایت نہیں کرتا، تو اس کی امامت مکروہ ہوگی اور اگر ایسا شک نہ ہو بلکہ مقتدی جانتا ہو کہ امام صاحب اختلاف مسالک کی بھی رعایت کرتے ہیں، تو امامت میں حرج نہیں، نیز اگر مقتدی امام کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا، تب بھی امامت میں کراہت نہیں، اسی طرح امام کے کھڑے ہونے کی جگہ مقتدی کے مقابلہ میں ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ بلند کرنا یا اس کے برعکس مقتدیوں کی جگہ ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ بلند کرنا مکروہ ہے، ایک ہاتھ سے کم بلندی میں کوئی کراہت نہیں ہے، یہ کراہت اس صورت میں ہوگی جب کہ امام اپنے مقام پر تنہا ہو، اگر اس کے ساتھ ایک یا ایک سے زیادہ مقتدی بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں، جس امام کو لوگ اس وجہ سے ناپسند کریں کہ وہ کسی ذاتی کمی ونقص کی بنا پر لوگوں کی نفرت کا باعث ہے، اس کی امامت بھی مکروہ ہوگی، اسی طرح عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہوگی، خواہ تراویح ہی میں کیوں نہ ہو، البتہ نماز جنازہ میں عورتوں کی جماعت مکروہ نہیں ہے اور اگر جماعت کریں تو عورت امام عورتوں کے بیچ میں کھڑی ہوگی، جیسے برہنہ لوگ نماز پڑھتے ہیں اور عورتوں کا جماعت کی نماز میں حاضر ہونا بھی مکروہ ہے، خواہ جمعہ کی نماز ہو یا عید کی، اسی طرح رات میں مجلس وعظ میں شریک ہونا بھی مکروہ ہے، دن میں مجلس وعظ میں شریک ہونا فتنہ سے مامون ہونے کی شرط کے ساتھ جائز ہے، تنہا مرد کے لیے عورتوں کی جماعت بھی مکروہ ہوگی، جب کہ اس گھر میں دوسرا مرد جماعت میں شریک نہ ہو اور نہ ہی امام کے محرم مثلاً بیوی یا بہن وغیرہ ہو تو امامت مکروہ ہوگی۔ (کتاب الفقہ صفحہ ۳۸۱ جلد۱)

پہلی قسط

درس اتحاد

اختلاف امت اور اتحاد کی سبیل

مولانا مفتی رحمت اللہ ندوی نیپالی، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اجتماعیت انسانی فطرت:

اجتماعیت انسانی فطرت اور مدار حیات ہے، اس کے بغیر حیات انسانی کا تصور ناممکن ہے، حضرت انسان کے وجود میں آنے کے بعد کوئی دور ایسا نہیں پایا گیا جو اجتماعیت سے یکسر خالی ہو، جب تمدن کی داغ بیل نہیں پڑی تھی اور انسان غاروں سے باہر نہیں آسکا تھا، اس وقت بھی وہ باہم خاندانوں کی شکل میں رہتا تھا اور اسے اپنا گہوارہ زندگی سمجھتا تھا، پھر جوں جوں تمدن بڑھتا گیا اجتماعیت کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا۔

چنانچہ خاندانی اکائیاں قبائلی وحدت میں اور قبائلی وحدتیں قومی اجتماعیت میں تبدیل ہوتی گئیں، پھر ایک عالمی اجتماعی ادارے بلکہ بین الاقوامی کنبے کی شکل اختیار کرلی، اجتماعیت کی اہمیت کو سمجھنے اور اس کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ کتاب وسنت نے اس کی اہمیت کا صاف صاف اعتراف کیا ہے، اسکے تقاضوں کو واضح طور پر تسلیم کیا ہے، جابجا اس کی ترغیب دی ہے اور ہر ایک کو تلقین اور اس کی خصوصی تاکید کی ہے، وسطی دور کے معروف عالم اور محقق علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں: ''افراد انسانی کا اکٹھے مل کر رہنا سہنا ایک ناگزیر بات ہے اور یہی وہ حقیقت ہے جسے اہل علم ودانش اس طرح بیان کرتے ہیں کہ انسان پیدائشی طور پر مدنیت پسند واقع ہوا ہے''۔ (اسلام اور اجتماعیت صفحہ ۱۱)

اجتماعیت کی اہمیت وضرورت:

اجتماعیت اسلام کو کچھ ایسی ہی مطلوب ہے جیسا کہ پانی مچھلی کو مطلوب ہوا کرتا ہے، مندرجہ ذیل احادیث سے اس پر بھرپور روشنی پڑتی ہے:

(۱) عليكم بالجماعة، فإنما ياكل الذئب من الغنم القاصية " (ابوداؤد)

تم پر جماعت لازم ہے اس لیے کہ بھیڑیا بکریوں میں دور اور علاحدہ رہنے والی کو کھاتا ہے۔

(۲) الشيطان ذئب الإنسان كذئب الغنم ، يأخذ الشاذة والقاصية والناحية " (مسنداحمد)

شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جس طرح کہ بکریوں کے لیے بھیڑیا ہوا کرتا ہے، یہ بھیڑیا انہیں بکریوں کو پکڑتا ہے جو الگ جا بھاگتی، یا دور نکل جاتی، یا کسی طرف علاحدہ ہو رہتی ہے۔

(۳) "عليكم بالجماعة وإياكم والفرقة فإن الشيطان مع الواحد وهو من الاثنين أبعد"(ترمذی جلد ۲/ كتاب الفتن)

تم اجتماعیت کو لازم پکڑو اور تفرقہ سے دور رہو، کیونکہ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ دو سے بہت دور رہتا ہے۔

(۴) "يدالله على الجماعة و شذ شذ إلى النار" (ترمذی)

اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے جو الگ ہوا وہ جہنم میں جا گرا۔

اجتماعی شیرازہ سے اپنے آپ کو وابستہ رکھنا اس لیے ضروری ہے کہ ایمانی زندگی کی ٹھیک ٹھیک حفاظت اسی طرح ہوسکتی ہے، اگر یہ اجتماعیت موجود نہ ہو تو مسلمان کے دین وایمان کی خیر نہیں رہ پاتی؛ کیونکہ اس شکل میں وہ گویا شیطان کی کمیں گاہ میں ہوتا ہے، جہاں وہ اسے بڑی آسانی سے ماتحت کرسکتا ہے، جب کہ ملی اجتماعیت ایسی آہنی پناہ گاہ ہے جس

کے اندر گھس کر کسی صاحب ایمان کو شکار کر لینا اس کے لیے آسان نہیں ہوا کرتا، اس لیے یہ غلط نہ ہوگا اگر اجتماعیت اور اتحاد کو ملت اسلامیہ کی شہ رگ سمجھا جائے اور اسے ریڑھ کی ہڈی قرار دیا جائے۔

''اسلام ایک مسلمان فرد کو ایسے انسان کی حیثیت سے نہیں دیکھتا جو کسی خلوت گاہ میں گوشہ نشین ہو یا کسی عبادت خانے میں راہبانہ زندگی گزار رہا ہو، بلکہ وہ اسے ہمیشہ انسانی جماعت میں متحرک اور سرگرم دیکھتا ہے حتی کہ وہ اپنے رب کی عبادت و پرستش میں بھی اس کو گوشہ نشینی کی تعلیم نہیں دیتا ہے، چنانچہ وہ اس کو عبادت بھی جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی دعوت دیتا ہے''۔(اسلامی نظام کے خدوخال صفحہ ۵)

''اسلام ایک اجتماعی دین ہے جو ایک صالح معاشرہ کی نشوونما کے لیے جدوجہد کرتا ہے، وہ صالح افراد کو پیدا کرنے کے لیے سرگرم عمل ہے، لیکن فرد کی اصلاح کے لیے معاشرہ کی اصلاح کو لازمی تصور کرتا ہے، کیونکہ ایک بیج کو برگ وبار لانے کے لئے زرخیز زمین کے وجود کی اشد ضرورت ہوتی ہے''۔(ایضاً صفحہ ۲۹)

اسلام سب سے زیادہ توجہ خاندان پر دیتا ہے، حتی کہ اس کو مستحکم اور پائیدار بنیادوں پر قائم کرتا ہے تاکہ یہ بے چینی، اضطراب اور صدمات سے محفوظ رہ کر ہمیشہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتا رہے خاندان اولین مدرسہ ہے جو صالح افراد پیدا کرتا ہے اور ان کو ایسے بہترین اعمال سے آراستہ کرتا ہے جو انہیں اللہ تعالی کا قرب عطا کرتے ہیں اور ان گناہوں کی بیخ کنی کرتا ہے جو اللہ تعالی کی نظر میں سخت قبیح اور ناپسندیدہ ہیں''۔(ایضا صفحہ ۳۱)

اسلام میں اجتماعیت کو وہ اہمیت حاصل ہے جو حیرت انگیز حد تک غیر معمولی ہے اور اپنی نظیر آپ ہے، کوئی پہلو ایسا نہیں جس میں اجتماعیت کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو، کوئی ایسا موقع نہیں جس میں اسے اختیار نہ کیا گیا ہو اور اسلام نے اسے اپنانے کی تاکید نہ کی ہو۔

اجتماعیت کا اسلام نے جو تصور دیا ہے وہ بہت واضح ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ خلافت کا قیام اس کے بغیر ناممکن ہے جس کی ضرورت علامہ تفتازانی نے ان الفاظ میں بیان کی ہے:'' لأن كثيراً من الواجبات الشرعية يتوقف عليه '' بہت سے واجبات شرعیہ کی بجا آوری اسی پر موقوف ہے۔

تفرقہ اور اختلاف کی وجہ :

اجتماعیت کی اہمیت وضرورت کے بعد اب یہ دیکھنا ہے کہ تفرقہ وافتراق اور اختلاف اصل سبب کیا ہے؟ اجتماعیت کیسے بکھری؟ اتحاد پارہ پارہ کیسے ہوا؟ رخنہ کہاں پڑا؟ جس سے قوم وملت کا شیزاہ ہی منتشر ہوگیا؟۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ اختلاف اور تفرقہ دو مختلف چیزیں ہیں، اختلاف رکھتے ہوں تفرقہ وانتشار نہ ہو، بلکہ دونوں کو الگ الگ رکھا جائے، کیونکہ اختلاف اپنی جگہ ہے جس کے بارے میں قرآن حکیم میں کہا گیا ہے'' ولو شاء ربك لجعل الناس أمة واحدة، ولا يزالون مختلفين، إلامن رحم ربك ولذلك خلقهم''۔(ہود ۱۱۸/۱۱۹)

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو لوگوں کو ایک راستہ پر ڈال دیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف میں رہتے ہیں مگر جن پر تیرے رب نے رحم کیا اور اسی واسطہ ان کو پیدا کیا ہے، یعنی یہ اختلاف تو کرتے ہی رہیں گے، اور اسی طرح اس نے انہیں پیدا کیا ہے، یعنی اختلاف تو اللہ تعالی کی تخلیق کا ایک اصول ہے، جس پر اس نے انسانوں کو بنایا ہے، کائنات میں یکسانیت (Montony) کہیں ہے ہی نہیں، دو انسانوں کی شکلیں آپس میں نہیں ملتیں اور تو اور ان کے ہاتھوں کے انگوٹھوں کے نشانات تک آپس میں نہیں ملتے، اللہ کی تخلیق میں ایک بوقلمونی اور رنگارنگی ہے، سورۃ الروم میں فرمایا'' ومن آياته خلق السموات والارض واختلاف ألسنتكم وألوانكم ان في ذلك لآيات للعالمين''۔ (الروم ۲۲) کہ تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف تخلیق ارض وسماء کی طرح اللہ کی عظیم نشانیوں میں سے ہے، گویا اختلاف اس کائنات کے لیے ایک ایک موضوعہ اور تخلیق کی ایک بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے،

انسانوں کی زبانوں میں فرق ہے، ان کی صورتوں اور رنگوں میں فرق ہے آپ دیکھتے ہیں کہ دو آدمیوں کے مزاج ایک نہیں، ان کی ترجیحات ایک نہیں، ان کے ذوق ایک نہیں، ان کے فہم کے معیار ایک نہیں، ان کی ذہانت ایک سی نہیں، اختلاف تو ہر جگہ موجود ہے اور یہ کوئی ایسی بری اور انہونی شئ بھی نہیں، بلکہ اس اختلاف کے دم قدم سے تو چمن کو رونق اور جہاں کو زیب و زینت حاصل ہے، جس کی ترجمانی شاعر نے کیا خوب کی ہے۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن

اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

(مستفاد از شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت واہمیت ۱۶)

پروفیسر محسن عثمانی مسلمانوں کے آپسی انتشار اور اختلاف کے وجوہات پر کچھ اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

''آج ہماری صفوں میں انتشار اس لیے ہے کہ باہمی اکرام کے بجائے باہمی دشنام کو ہم نے اپنا شعار بنالیا ہے، ہماری زبانیں بے قابو ہوگئی ہیں، ہماری زبانوں پر طنز واستہزاء رہتا ہے، کبھی کسی فرد کے خلاف، کبھی کسی مسلک والوں کے خلاف، کبھی کسی جماعت یا تنظیم کے خلاف، کبھی کسی ذات اور برادری کے خلاف، کبھی کسی ریاست یا ضلع یا علاقہ سے تعلق رکھنے والوں کے خلاف، اس وقت ہم بزعم خود دانشمند، مہذب اور تعلیم یافتہ بنے رہتے ہیں، اور خود کو دین دار بھی سمجھتے رہتے ہیں اور ہمیں یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ ہم اس طرح دائرہ اسلام سے اگر نہیں تو دائرہ شریعت سے ضرور باہر ہوجاتے ہیں اور قرآن کے ممنوعہ حدود میں قدم رکھتے ہیں، کچھ لوگ اتحاد کا مفہوم یہ سمجھتے ہیں کہ صرف اپنے مسلک، اپنے مکتب فکر کے لوگوں کو متحد کرلیا جائے، تاکہ دوسرے گروہ اور دوسرے ادارے سے وابستہ لوگوں کو شکست دے دی جائے، یا ان کے خلاف رائے عامہ ہموار کی جائے، یہ وہ اتحاد نہیں ہے جو اسلام کو مطلوب ہے، یہ مصنوعی وحدت ہے، یہ وحدت نہیں بلکہ وحشت اور نفرت ہے، اور تمام مسلمانوں کے لیے ہلاکت ہے، اتحاد اس چیز کا نام ہے کہ دوسرے حلقوں کا بھی احترام کیا جائے اور ان کے کمالات کا دل کھول کر اعتراف کیا جائے، ان کے کارناموں کی بھی قدر کی جائے''۔ (حالات بدل سکتے ہیں صفحہ ۱۷۱)

ملت کی فرقہ بندیوں اور ان کے آپس کے نزاع وافتراق کو دیکھ کر ہر صاحب دل مومن کڑھتا اور درد محسوس کرتا ہے لیکن ہر شخص اس کے وجوہ واسباب کو نہیں جانتا اور مسلمانوں کے فقہی مسالک اور مختلف مکاتب فکر کو دیکھ کر اسی کو اختلاف وافتراق کی اصل وجہ قرار دیا دیتا ہے اور شریعت کے مجموعہ سے بسا اوقات بدگمان ہونے لگتا ہے اور وہ فرقہ بندیوں کا حل ان مسالک فقہ اور مکاتب فکر کو چھوڑ کر ایک ہوجانا تجویز کرتا ہے، حالانکہ یہ ایک بہت ہی سطحی طرز فکر اور ناقابل عمل تجویز ہے، ان فقہی اختلافات کو ختم کرنا نہ تو شریعت کا منشاء ہے اور نہ ماضی میں کبھی ایسا ہوا ہے، نہ آئندہ ایسا ہوسکے گا، کیونکہ ہر دور میں پیش آمدہ نئے مسائل کا حل شریعت کی روشنی میں ناگزیر ہے اور اس سلسلہ میں رایوں کا فرق اور اختلاف ہونا بھی ضروری ہے۔

خالق کائنات نے جب دنیا میں ایک ہی شکل وشباہت کے آدمی پیدا نہیں کئے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ تمام لوگ یکساں فکر ونظر کے حامل ہوجائیں اور ان میں باہم اختلاف رائے نہ ہو، اختلاف رائے سے گنجائش ہر ایک سے ہے، یہ کوئی نئی چیز نہیں، آخر اختلاف سے کون عہد خالی رہا ہے؟ البتہ آج اس کی نوعیت بدل گئی ہے کہ اختلاف نے مخالفت کی شکل اختیار کرلی ہے جب کہ امام مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑی پیاری اور نرالی بات فرمائی تھی کہ اگر اسے حرز جان بنایا جائے تو اختلاف مٹ سکتے ہیں، فرمایا" كل يؤخذ ويردعليه إلا صاحب هذا القبر" ہر شخص کی بات لی جاسکتی ہے اور رد کی جاسکتی ہے اور اس پر نقد کیا جاسکتا ہے، سوائے ان کے جو اس قبر میں آرام فرما ہیں، بلاشبہ یہ قول آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔

ہندوپاک کے ممتاز ومایہ ناز عالم وفقیہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

عثمانی مفتی اعظم پاکستان نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے:

''اختلاف رائے ایک فطری اور طبعی امر ہے جس سے نہ کبھی انسانوں کا کوئی گروہ خالی رہا نہ رہ سکتا ہے، کسی جماعت میں ہر کام اور ہر بات میں مکمل اتفاق رائے صرف دو صورتوں میں ہوسکتا ہے ایک یہ کہ ان میں کوئی سوجھ بوجھ والا انسان نہ ہو، جو معاملہ پر غور کر کے کوئی رائے قائم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اس لیے ایسے مجمع میں ایک شخص کوئی بات کہہ دے تو دوسرے سب اس پر اس لیے اتفاق کر سکتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی رائے نہ ہو، یا ہوسکتا ہے کہ مجمع کے لوگ ضمیر فروش اور خائن ہوں کہ ایک بات کو غلط اور مضر جانتے ہوئے محض دوسروں کی رعایت سے اختلاف کا اظہار نہ کریں، اور جہاں عقل بھی ہو اور دیانت بھی ہو، یہ ممکن نہیں کہ ان میں اختلاف رائے نہ ہو''۔

''اس لیے جب اختلاف رائے ناگزیر ہے اور قومی و اجتماعی زندگی میں اس کے بغیر چارہ نہیں تو اس سے عہدہ برآ ہونے کی بہترین اور قابل عمل صورت جس کی مثالیں ہمیں خیر القرون، عہد رسالت اور عہد صحابہ و تابعین میں بھی ملتی ہیں، یہی ہے کہ فقہی یا دیگر نظری و فکری اختلافات رائے کو بس اسی حد تک محدود رکھا جائے، ایک طبقہ نہ اپنی رائے دوسروں پر تھوپنے کی کوشش کرے، نہ اسے عزت و وقار کا مسئلہ بنائے اور ہر فرد ملت کے ساتھ ان چند اختلافی چیزوں کے علاوہ باقی بے شمار معاملات میں جو اتحاد و یک جہتی موجود ہے، اس رشتے سے ان سے میل جول اور معاشرتی تعلقات کو بحال کرنے کی کوشش کرے''۔

(مسلک کا فرق اور ملی اتحاد صفحہ ۶)

ہاتھ کی انگلیوں کو دیکھ کر سبق حاصل کریں کہ وہ ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں، کوئی چھوٹی موٹی اور کوئی لمبی اور پتلی ہوتی ہے، لیکن اس کے باوجود لقمہ لیتے یا کوئی چیز پکڑتے وقت سب متحد نظر آتی ہیں اور ان میں یکسانیت دکھائی پڑتی ہے۔

صحابہ اور تابعین کے مابین اختلاف اور اس کے اسباب:

معلوم ہونا چاہئے کہ صحابہ و تابعین کے مابین اصول میں اتفاق تھا، اختلاف صرف جزئیات میں تھا اور اس کے متعدد وجوہات و اسباب تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فقہ مدون نہیں تھی اور نہ ہی احکام میں اس وقت آج کل کے فقہاء کی طرح بحث و مباحثہ تھا، بلکہ ہر چیز اپنی دلیل سے دیگر چیزوں سے ممتاز تھی، صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کام کرتے ہوئے دیکھتے تھے وہ سیکھ لیتے، یہ کہنے کی ضرورت نہ ہوتی کہ رکن ہے اور یہ ادب، عہد نبوی ختم ہوا، صحابہ کرام ملکوں میں منتشر ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی خطہ کا پیشوا اور مقتدر بنا، واقعات کی کثرت ہوئی، نت نئے مسائل پیدا ہوئے، جب ان سے اس سلسلہ میں فتوی پوچھا گیا تو ہر ایک نے اپنی یادداشت یا استنباط کے موافق جواب دیا، اگر حکم کتاب و سنت میں نہ ملا تو اپنی رائے سے اجتہاد کیا اور منصوص احکام کی علت جاننے کی کوشش کی اور ہر ممکن جدوجہد کی تاکہ اس کا اجتہاد رسول کے مقصد اور نبی کے منشاء کے موافق ہوجائے، اس وقت ان کے مابین کئی طرح کے اختلاف رونما ہوئے، اس کی تلخیص ہم حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' سے پیش کررہے ہیں:

۱- ایک صحابی نے کسی قضیہ یا فتوی میں حکم سنا جسے دوسرے صحابی نے نہیں سنا، چنانچہ اس نے اپنی رائے سے اجتہاد کیا۔

۲- دونوں کے مابین بحث و مباحثہ ہوا، اور بعد میں ظن غالب کے مطابق حدیث معلوم ہوگئی، چنانچہ اپنے اجتہاد سے رجوع کر کے مسموع حدیث اختیار کر لی۔

۳- حدیث تو پہنچی لیکن ظن غالب کے مطابق نہیں تھی، لہٰذا انھوں نے اپنا اجتہاد ترک نہیں کیا بلکہ حدیث میں جرح کی۔

۴- سرے سے حدیث ان تک پہنچی ہی نہیں۔

۵- صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک فعل کا صدور دیکھا تو بعض نے قربت پر محمول کیا اور بعض نے اباحت پر۔

۶- وہم کی وجہ سے اختلاف ہوگیا، مثلاً رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حج مبارک تمتع تھا، یا قران یا افراد؟۔

۷-سہو ونسیان کی وجہ سے اختلاف، مثلاً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمرہ رجب میں تھا۔

۸-ضبط کا اختلاف، مثال ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت "المیت یعذب ببکاء أهله علیه"۔

۹-حکم کی علت میں اختلاف جیسے "قیام للجنازة" جنازہ کے لیے کھڑا ہونا، بعض نے کہا تعظیم ملائکہ کے لیے تھا، لہٰذا مومن وکافر کے لیے یہ حکم عام ہے، بعض نے ''ہول موت'' کو علت قرار دے کر دونوں کے لیے عام رکھا ہے، بعض نے کہا ہے کہ قیام اس لیے تھا تا کہ آپ کے سر کے اوپر نہ ہو، لہٰذا کافر کے ساتھ خاص ہوا۔

۱۰- دو مختلف فیہ اقوال کے درمیان جمع وتطبیق میں اختلاف، جیسے عام خیبر کو متعہ کی اجازت پھر نہی وممانعت، پھر عام اوطاس میں رخصت پھر ممانعت۔

خلاصہ کلام یہ کہ صحابہ کرام کے مذاہب مختلف ہوئے اور انہیں سے تابعین میں سے ہر ایک نے جو میسر آیا لیا، اس طرح اختلاف کا سلسلہ چل پڑا۔

اختلاف سے کوئی دور خالی نہیں:

یاد رہے کہ اختلاف سے کوئی دور خالی نہیں رہا، خود ارشاد باری تعالی ہے: لکل جعلنامنکم شرعة ومنهاجاولو شاء الله لجعلکم أمة واحدة ولکن لیبلوکم فیماآتاکم"(مائدہ ٤٨) تم میں سے ہر ایک امت کے لیے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی اور اگر اللہ کو سب کا ایک ہی طریقہ منظور ہوتا تو سب (یہود ونصاری اور اہل اسلام) کو ایک ہی شریعت دے کر ایک امت بنا دیتے، لیکن ایسا نہیں کیا، بلکہ ہر امت کو جدا جدا طریقہ دیا تا کہ جو جو دین تم کو (ہر زمانہ میں) دیا ہے اس میں تم سب کا امتحان فرمائیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''میں پوچھتا ہوں کہ علماء کا اختلاف کب نہیں ہوا، کون سا دور، کون سا وقت ابتدائے اسلام بلکہ ابتدائے عالم سے ایسا گذرا ہے جس میں علماء کا اور اہل حق کا اختلاف نہیں ہوا، خود حق جل مجدہ نے سارے ہی انبیاء پر کیا ایک ہی دین اتارا، اصول دین میں اتحاد رہا اور فروع میں ہمیشہ اختلاف رہا، کیا حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ نبینا وعلیہما السلام کے متعدد فیصلوں میں اختلاف نہیں ہوا اور باوجود اس اختلاف کے حق تعالی شانہ نے دونوں کی مدح نہیں فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے: "ففهمناها سلیمان وکلا آتینا حکما وعلما" (ہم نے اس کھیت والے مقدمہ کو جس کا اوپر سے ذکر ہو رہا ہے) سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو (حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو) حکمت اور علم عطا فرمایا تھا، یعنی داؤد علیہ السلام کا فیصلہ بھی خلاف شرع نہ تھا۔ (بیان القرآن)

اختلاف رحمت اور سہولت:

اختلاف رحمت وسہولت ہے، مختار اور شامی میں لکھا ہے کہ مجتہدین کا اختلاف رحمت ہے اور جتنا بھی اختلاف زیادہ ہوگا رحمت زیادہ ہوگی، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جن کا لقب عمر ثانی ہے اور ان کی خلافت خلافت راشدہ کے گویا برابر سمجھی جاتی ہے (اور ہمارے بعض مؤرخین نے انھیں خلیفہ خامس قرار دیا ہے) ان کی عدل پروری کا یہ اثر تھا کہ ان کے عہد میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے، ارشاد فرماتے ہیں کہ "ماسرني لو أن أصحاب محمد لم یختلفوا لأنهم لو لم یختلفوا لم تکن رخصة" مجھے اس بات سے مسرت نہ ہوتی کہ حضور کے صحابہ میں اختلاف نہ ہوتا، اس لیے کہ ان میں اگر اختلاف نہ ہوتا تو گنجائش نہ رہتی۔

اختلاف رائے میں کسی کو خودغرض ٹھہرانا:

البتہ اختلاف رائے کی صورت میں دوسرے کو خودغرض قرار دینا سخت ذمہ داری کی بات ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں:

''ہر اس شخص کو جو اپنی رائے کے خلاف رائے رکھتا ہو خودغرض بتا دینا یا حب جاہ اور حب مال کا مجرم وملزوم بنا دینا بڑی ذمہ داری ہے،

کیا یہ ممکن نہیں کہ اس کے نزدیک دین کے لحاظ سے یا مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے واسطے یہی صورت مناسب اور ضروری ہو جو وہ اختیار کر رہا ہے''۔(اسلامی سیاست صفحہ ۱۳۶)

ایک جگہ مزید تحریر فرماتے ہیں:''مخلصین کی جماعت میں اختلاف کا ہونا کوئی مستبعد اور دشوار چیز نہیں ہے، ہمیشہ سے اختلاف ہوتا چلا آیا ہے اور ہمیشہ رہے گا، اگر آپس کا اختلاف ہی اخلاص کے منافی ہوگا تو ہمیں بڑی مشکل پیش آجائے گی کہ ان سب حضرات رضی اللہ عنہم کو مخلصین کی جماعت سے خدانخواستہ نکالنا پڑ جائے گا''۔

اختلاف رائے کوئی بری چیز نہیں، بری چیز یہ ہے کہ کوئی انسان یہ سمجھنے لگے کہ اس کی رائے ہی دین ہے اور اس کے علاوہ دیگر کی رائے دین نہیں ہے، یا یہ کہ وہ اپنی رائے پر اس طرح آجائے جو پورے اسلام کو نقصان پہنچائے اور اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرے۔

مسلکی تعصب کے امراض میں مبتلا لوگوں کو دیکھنے اور ان کی تحریریں پڑھنے سے حیرت انگیز دہشت پیدا ہوتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بحث ومباحثہ کی ان جنگوں اور معرکوں میں کودنے والے قصداً مسلمانوں میں انتشار پھیلانا اور اپنے نظریاتی مخالفین کو مختلف بہانوں سے ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔

مؤلف ''شاہراہ اعتدال'' اپنے تأثرات واحساسات کا اظہار یوں کرتے ہیں:''میں بہت سے متعصب لوگوں سے ملا ہوں اور نفسیاتی وفکری حالات کی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا ہوں مگر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان کے ساتھ دو مصیبتیں ہیں، پہلی مصیبت تو علمی کوتاہی یا جانکاری کی کمی ہے، یہ لوگ ایک نص کو ذہن میں رکھتے ہیں اور دوسرے کو بھول جاتے ہیں، یا پھر کلام کی ایک دلالت کو سمجھتے ہیں اور دوسری ان کی نگاہوں سے اوجھل رہتی ہے، اور وہ جو کچھ سمجھتے ہیں اسی کو پورا دین تصور کرتے ہیں، مسلکی تعصب کے ساتھ دوسری مصیبت بدنیتی اور منحرف انسانی سلوک کے پیچھے چھپے ہوئے نفسیاتی امراض کا وجود ہے جو اپنی برتری مسلط ہونے کی خواہش اور قساوت قلبی کی صورتوں میں نمایاں ہوتے رہتے ہیں''۔(شاہراہ اعتدال صفحہ ۱۲۹،۱۳۰)

اختلاف ائمہ ، اختلاف شرائع کی طرح ہے :

اختلاف ائمہ کو انبیاء کرام کے اختلاف شرائع کی طرح قرار دیتے ہوئے مولانا نعیم صاحب مرحوم اپنی تفسیر ''انوار القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''جامع صغیر کے شارح علامہ عبدالرؤف کی تحقیق یہ ہے کہ مجتہدین کے اختلاف کی نوعیت پچھلے انبیاء کرام علیہم السلام کی مختلف شرائع جیسی ہے، یعنی مختلف ہونے کے باوجود ان سب میں اللہ ہی کے احکام تھے، اسی طرح فقہاء کے مختلف مسالک قرآن وسنت کے ماتحت ہونے کی وجہ سے اللہ ورسول ہی کے احکام سمجھے جائیں گے، یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی منزل پر پہنچنے کے لیے مختلف سمتوں سے مختلف راستے آسانی اور سہولت کے لیے بنادیے جائیں تو گو راستے مختلف ہوں گے مگر منزل مقصود ایک ہوگی''۔

چنانچہ تمام مجتہدین اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی کا مسلک باطل نہیں ہے اور نہ ان کے پیروکاروں کی تغلیط کرنا جائز ہے، اس اختلاف کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ایک مجتہد نے جو مسلک اختیار کیا ہے وہ اس کے نزدیک راجح ہے، اسی طرح دوسرے مجتہد کا مسلک اسکے نزدیک راجح ہے، ہر ایک کے پاس دلائل ترجیح ہیں، کوئی کسی کو باطل نہیں کہہ سکتا ہے۔(انوار القرآن جلد ۳ رصفحہ ۲۸۱)

اختلاف کوئی نئی اور انوکھی شئی نہیں بلکہ اگر دائرہ میں ہو تو رونق چمن اور زیب عالم ہے، اس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:''دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جس میں اختلاف نہ ہو، مثلاً رنگ وبو، شکل وصورت، تاثیر وخاصیت کا اختلاف ناگزیر ہے، انسان کے مزاجوں، پیشوں، رہن سہن کے طور طریقوں میں نت نئے اختلافات ہوتے ہیں، جانوروں کی بے شمار قسمیں ہیں، جن میں اختلافات ہیں، اس سے جہاں اللہ تعالی کی کمال صناعی کا پتہ چلتا ہے وہیں یہ اختلافات کائنات کی رونق اور بے شمار منافع کا ذریعہ بھی ہیں''۔(ایضاً)

علماء کے اختلافات پرعوام کی غلط فھمی:

علماء کے آپسی اختلافات پرعوام الناس بڑا واویلا مچاتے ہیں اوراس کی بڑی نمائش اورتشہیر کرکے ان سے خود بدظن ہوتے ہیں اوردوسروں کوبھی ورغلاتے ہیں، اس سے جہاں علماء کا وقار مجروح ہوتاہے، وہیں عوام کا اعتبار بھی ختم ہوجاتا ہے، جب کہ یہ ایک سخت غلط فہمی ہے، اسی غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے مؤلف''انوارالقرآن'' لکھتے ہیں:''بہت سے ناواقف لوگ علماءفقہاء کے اختلافات کوبطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں کہ علماء میں جب اتنے اختلافات ہیں تو ہم جاہل کیا کریں، کدھر جائیں؟ ان سے اگر پوچھا جائے کہ میاں! اختلاف کہاں نہیں ہیں؟ کیا ڈاکٹروں میں اختلاف رائے نہیں ہوتا؟ پھر علاج کیسے کیا جاتا ہے، کوئی نہیں کہتا کہ میں کیا کروں، بیمار ایک، بیماری ایک مگر ڈاکٹروں کی رائیں اتنی؟ کیا وکیلوں اور بیرسٹروں اور ججوں میں اختلافات نہیں ہیں؟ مقدمہ ایک مگر نیچے سے اوپر تک اچھا سے اچھا ڈاکٹر اوروکیل کیا جاتاہے مگر علماء پراعتراض کیا جاتا ہے، جو چیز وہاں گوارا ہے، یہاں کیوں گوارا نہیں ہے، وجہ فرق کی کچھ بجز اس کے کہ ہمیں جان ومال عزیز ہے اس لیے اس اختلاف کوبھی عزیز سمجھتے ہیں حتی کہ بہت سے ڈاکٹروں اوروکیلوں سے اسی لیے مشورہ کیا جاتا ہے کہ اختلاف رائے کوسامنے رکھ کر اطمینان کرلیا جائے مگر دین عزیز نہیں، اس لیے دینداروں کا اختلاف رائے بھی عزیز نہیں ہے۔

ورنہ جس طرح ماہرفن، تجربہ کار، کامیاب ڈاکٹر، وکیل کو تلاش کرلیتے ہیں، اسی طرح یہاں بھی ماہر عالم، تجربہ کار اورمتقی مفتی کی جستجو ہوسکتی ہے، حافظ ابن قیمؒ اپنی کتاب''اعلام الموقعین'' میں نقل کرتے ہیں کہ ماہر مفتی کا انتخاب اوربصورت اختلاف اپنی دانست کے مطابق صاحب علم وتقوی کوترجیح دینا ہرصاحب معاملہ مسلمان کے ذمہ لازم ہے، مختلف علماء کے فتاوی میں کسی کوترجیح دینا اگرچہ عوام کا کام نہیں مگر ان میں سے جس کواپنے نزدیک علم ودیانت میں زیادہ افضل سمجھے اسی کے فتوی پرعمل کرنا یقیناً اس کی ذمہ داری ہے، تاہم دوسرے علماء کو برا کہتا نہ پھرے، بس اتنا کرنے سے یہ شخص عنداللہ بری الذمہ ہے، مفتی نے اگر واقعتہً فتوی غلط بھی دے دیا ہے تواس کی ذمہ داری اس پرنہیں، مفتی پر ہے، مفتی نے اگر دانستہ غلط فتوی دیا ہے تو گنہگار ہوگا اوراگر اس سے چوک ہوگئی ہوتو وہ بھی بےقصور ہے۔

اس ساری تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ ہراختلاف برانہیں، جواختلاف حدود سے باہر ہوگا یاازراہ نفسانیت ہوگا وہ یقیناً برا ہے، اسی طرح ہراتفاق بھی اچھا نہیں، حدود کے اندر رہتے ہوئے ہوتو وہ اتفاق مستحسن ہے۔(انوارالقرآن جلد۳صفحہ۲۸۲)

جواختلاف نفسانیت پرمبنی ہو یا جواختلاف اصول دین اورعقائد میں ہواس پروعیدیں آئی ہیں اوروہی باعث لعنت ہے، ورنہ قرآن وحدیث کے بتلائے ہوئے اصول اجتہاد کی روشنی میں جو اختلاف رائے مجتہدین اورفقہائے امت میں رہاہے وہ اس میں داخل نہیں ہے''۔(ایضاً)

جب یہ فرق ذہن نشین رہے گا توغلط فہمی خودرفوچکر ہوجائے گی، علماء پراعتراض کوسہل سمجھ لئے جانے کی ایک وجہ یہ ہے کہ انہیں کمزور سمجھ کر ہرکس وناکس ان پرزبان کھولتا اورانگلی اٹھاتا ہے اور ہرایک اپنی رائے ظاہر کرنے لگتا ہے، وہ اپنا گریبان نہیں جھانکتا کہ آیا اس کا وہ اہل بھی ہے یانہیں، کیا مجال ہے کہ کوئی غیرڈاکٹرکسی ڈاکٹر پراورغیروکیل کسی وکیل پررائے زنی کردے، اگرایسی جرأت کوئی کرے گا تو کہرام مچ جائے گا اور ہنگامہ محشر بپا ہوجائے گا، پھرتو سبھی یہی کہیں گے کہ جب وہ اس لائن کا آدمی نہیں تھا تواسے رائے دینے کی کیا ضرورت تھی، بلکہ اسے ایسی جرأت کیسے ہوئی؟۔

تاریخ ہند

ہندوستان کی ممتاز مسلم مذہبی شخصیات
جن کے ذریعہ ملک میں اسلام کی اشاعت ہوئی

مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی

حضرت داتا گنج بخشؒ:

آپ غزنہ (افغانستان) کے محلّہ ہجویر میں ۱۰۰۹ء میں پیدا ہوئے، مختلف ممالک کے دعوتی اسفار کے بعد سلطان مسعود بن محمود غزنوی کے زمانہ میں لاہور تشریف لائے، برصغیر میں اشاعت اسلام کا باضابطہ سلسلہ آپ ہی سے شروع ہوا، اللہ نے رشد وہدایت کا بڑا کام آپ سے لیا، تصوف کے موضوع پر "کشف المحجوب" کے نام سے آپ کی مشہور تصنیف موجود ہے، جو فارسی میں ہے، ۱۰۷۲ء میں لاہور میں آپ کی وفات ہوئی، یہیں آپ کا مزار بھی ہے، جس کو داتا کا دربار کہا جاتا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ:

اصلاح وتصوف میں آپ سلسلہ چشتیہ کے بانی تھے، سیستان یعنی سجستان (مشرقی ایران) میں ۵۳۶ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، نیشاپور، بغداد، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، ملتان، لاہور اور دہلی ہوتے ہوئے آپ اجمیر (راجستھان) پہنچے، اس وقت وہاں ہندو راجہ پرتھوی راج کی حکومت تھی، وہاں آپ نے دعوت وارشاد کا کام کیا اور لاکھوں لوگ اسلام میں داخل ہوئے، حضرت قطب الدین بختیار کعکیؒ آپ کے مرید خاص تھے جن سے دہلی وآس پاس کے علاقہ میں رشد وہدایت کا بڑا کام ہوا، آپ کے ملفوظات کا مجموعہ "دلیل العارفین" ہے جس سے آپ کے طرز دعوت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت قطب الدین بختیار کعکیؒ:

آپ اصلاً ترکستان کے رہنے والے تھے اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے خلیفہ تھے، آپ کے مشہور خلفاء میں حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر وغیرہ ہیں، آپ کا زمانہ ہندوستان میں شمس الدین التمش کی حکمرانی کا تھا، دہلی وآس پاس کے علاقہ میں آپ سے اصلاح ورشد کا بڑے پیمانہ پر کام ہوا، ۱۲۳۶ء میں دہلی میں آپ کی وفات ہوئی، آپ کا مزار پرانی دہلی میں قطب مینار کے پاس ہے۔

حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر:

آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کعکیؒ کے خلیفہ تھے، ملتان میں ۵۶۹ھ میں پیدا ہوئے، آپ کا عہد قطب الدین ایبک، شمس الدین التمش، غیاث الدین بلبن کا تھا، مغربی پنجاب میں آپ سے اللہ تعالیٰ نے بڑا اصلاحی کام لیا، متعدد قبائل مثلاً راجپوت وغیرہ آپ ہی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے، پاک پٹن (اجودھن پاکستانی پنجاب) آپ کی دعوتی سرگرمیوں کا مرکز تھا، یہیں آپ کی ۶۶۴ھ میں ۹۵/سال کی عمر میں وفات ہوئی، آپ کے مشہور خلفاء میں حضرت نظام الدین اولیاء اور حضرت صابر کلیریؒ جیسے بزرگان دین ہیں، آپ کے مطبوعہ ملفوظات کے نام "راحت القلوب" اور "اسرالأ ولیاء" ہیں۔

شیخ بهاء الدین زکریا سهروردی ملتانیؒ:

آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے، ملتان، سندھ اور بلوچستان وغیرہ میں آپ سے بڑا دعوتی کام انجام پایا اور ہزاروں لوگ اسلام میں داخل ہوئے، ہندوستان میں تصوف کا سہروردی سلسلہ آپ ہی سے شروع ہوا، آپ نے تحصیل علم کے لیے بخارا، حرمین

شریفین، بیت المقدس اور یمن کا سفر کیا،۱۲۶۲ء میں ملتان (پاکستان) میں آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت بوعلی قلندر پانی پتیؒ:

آپ صاحب جذب بزرگ تھے، پانی پت (ہریانہ) میں پیدا ہوئے، حضرت نظام الدین اولیاء کے ہم عصر تھے، پانی پت کے راجپوت مسلمانوں کے اندر آپ نے بڑا اصلاحی کام کیا،۱۳۲۴ء میں آپ کی وفات ہوئی، پانی پت میں آپ کا مزار ہے، مولانا روم اور شمس تبریزیؒ سے بھی آپ کی ملاقات ہوئی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ:

آپ کا پورا نام سید محمد بن سید احمد تھا لیکن حضرت نظام الدین اولیاء کے نام سے مشہور ہوئے، آپ کا خاندان جس کا تعلق حضرت علی سے تھا، بخارا سے ہجرت کرتے ہوئے بدایوں میں آباد ہو گیا تھا،۱۲۳۴ء میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ نے شیخ فریدالدین گنج شکر سے بیعت کی اور ان ہی سے آپ کو خلافت ملی، آپ کا زمانہ ہندوستان میں خلجیوں کی حکومت کا تھا، حضرت امیر خسرو آپ ہی کے خلیفہ تھے، ۱۳۲۴ء میں آپ کی وفات ہوئی، بستی نظام الدین دہلی میں آپ کا مزار ہے، آپ سے اللہ تعالی نے اصلاح ودعوت کا بڑا کام لیا، آپ کے ملفوظات کا مجموعہ''فوائد الفواد'' ہے، آپ کو سلطان المشائخ بھی کہا جاتا ہے۔

امیر خسروؒ:

برصغیر میں فارسی کے مشہور صوفی شاعر اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے خلیفہ ۱۳۲۵ء میں انتقال ہوا اور دہلی میں اپنے شیخ سے متصل ہی مدفون ہوئے، آپ جلال الدین خلجی کے زمانے کے تھے، غیاث الدین تغلق کا زمانہ بھی پایا، آپ کی متعدد تصانیف ہیں، آپ نے عربی اور ہندی میں بھی اشعار کہے۔

حضرت چراغ دہلویؒ:

چراغ دہلویؒ اودھ میں پیدا ہوئے، آپ کے آباء واجداد خراسان سے ہندوستان آئے تھے، آپ کا اصلی نام عبدالواحد نصیر الدین محمود بن یحییٰ تھا، آپ حضرت خواجہ نظام الدین کے خلیفہ تھے، دہلی میں قیام تھا، آپ سے اصلاح وتجدید کا کام بڑے پیمانہ پر انجام پایا، ۱۳۵۶ء میں آپ کی وفات ہوئی، یہیں آپ کا مزار بھی ہے۔

آپ کا زمانہ سلطان محمد تغلق کی حکومت کا تھا، حضرت خواجہ گیسو درازؒ آپ ہی کے خلیفہ تھے اور آپ ہی کے حکم سے دکن گلبرگہ گئے تھے، آپ کے ملفوظات کا مجموعہ''خیر المجالس'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ:

آپ ہمدان (ایران) سے ہندوستان تشریف لائے، آپ سے کشمیر کے علاقہ میں اشاعت اسلام کا بڑا کام ہوا، بتایا جاتا ہے کہ آپ کے ہاتھ پر ۳۷/ ہزار کشمیریوں نے اسلام قبول کیا،۱۳۸۴ء میں آپ کی وفات ہوئی، آپ کی کئی تصانیف ہیں جن میں سرفہرست''مجمع الاحادیث، ذخیرۃ السلوک اور مرآۃ التائبین'' وغیرہ ہیں۔

حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ:

آپ بہار کے منیر گاؤں میں ۱۲۶۳ء میں پیدا ہوئے اور اسی نسبت سے منیری کہلائے، آپ سے اللہ تعالی نے دعوت واصلاح کا بڑا کام لیا، آپ کے اصلاحی مکتوبات وملفوظات کو بڑی شہرت ملی، جن میں مکتوبات صدی وسہ صدی وغیرہ سرفہرست ہیں، آپ کا زمانہ ہندوستان میں آل تغلق کی حکومت کا تھا۔

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ:

آپ کا نام سید محمد حسینی تھا، آپ حضرت حسین بن علیؓ کے خاندان سے تھے، آپ کا خاندان دہلی سے سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں گلبرگہ پہنچا جو اس وقت دکن میں بہمنی سلطنت کا دارالخلافہ تھا، آپ کا اصلاحی تعلق حضرت چراغ دہلویؒ سے تھا، ان ہی سے آپ کو خلافت بھی ملی، ۱۴۲۲ء میں گلبرگہ میں آپ کی وفات ہوئی، آپ کی متعدد تصانیف تفسیر وتصوف کے موضوع پر ہیں، جن کی تعداد سو سے زائد بتائی جاتی ہے، ''معراج العاشقین'' کے نام سے آپ کی کتاب کے متعلق بتایا جاتا

ہے کہ یہ قدیم اردو یعنی دکنی زبان کی پہلی مطبوعہ کتاب ہے۔

حضرت مخدوم علی مھائمیؒ:

آپ کا تعلق مشہور عرب قبیلہ نوائط سے تھا، آپ اپنے وقت کے بڑے اور جید عالم دین تھے، ربط قرآن کے خصوصی ذکر کے ساتھ آپ کی ''تفسیر مہائمی''، یعنی تبصیر الرحمٰن آپ کی مشہور تصنیف ہے، بقول مشہور مؤرخ مولانا حکیم عبدالحئی حسنی سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ ''ہندوستان کی ہزار سالہ تاریخ میں حضرت شاہ ولی اللہ کے علاوہ حقائق نگاری میں شیخ علی مہائمی کی کوئی نظیر نہیں ملتی''، ۱۴۳۲ء میں صرف ۵۹/سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی، آپ کا مزار مہائم ممبئی میں ہے، آپ کی متعدد تصانیف میں تفسیر مہائمی کے علاوہ شرح عوارف المعارف وغیرہ ہیں۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ:

آپ کا اصلی نام سید رضی الدین احمد عبدالباقی تھا، آپ کابل (افغانستان) کے رہنے والے تھے، سمرقند میں دینی تعلیم حاصل کی، پھر ترکستان لاہور ہوتے ہوئے دہلی تشریف لائے، مشہور بزرگ شیخ احمد سرہندی یعنی مجدد الف ثانی آپ ہی کے خلیفہ تھے، ۱۶۰۳ء میں آپ کی وفات ہوئی، دہلی میں آپ کا مزار ہے، مغل بادشاہ اکبر کے خود ساختہ دین الٰہی کے سد باب میں آپ کا بڑا اہم رول تھا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ:

آپ کا نام احمد سرہندی تھا، لیکن مجدد الف ثانی کے نام سے آپ کی شہرت ہوئی، آپ ۱۵۶۴ء میں سرہند (پنجاب) میں پیدا ہوئے، ۱۶۲۴ء میں یہیں آپ کی وفات بھی ہوئی، آپ حضرت خواجہ باقی باللہ سے بیعت تھے اور ان ہی کے خلیفہ بھی، مغل بادشاہ اکبر کے خود ساختہ دین اکبری (دین الٰہی) کا ڈٹ کا مقابلہ کیا، بادشاہ کو سجدہ تعظیمی نہ کرنے کی وجہ سے مغل بادشاہ جہانگیر کے زمانہ میں آپ گوالیار کے قلعہ میں ایک سال قید رہے، اپنے وقت کے حکمرانوں کے نام آپ کے اصلاحی خطوط بڑی شہرت ہوئی، یہ ۳۱۳/خطوط مکتوبات کی شکل میں تین جلدوں میں ہیں، آپ نے اپنے زمانہ کے علماء کے غلط خیالات کی اصلاح بھی کی اور عامۃ المسلمین میں تصوف کے نام سے غلط مروجہ رسومات کی تصحیح بھی فرمائی اور طریقت کے مقابلہ میں شریعت کی برتری ثابت کی۔

حضرت سید آدم بنوریؒ:

آپ حضرت مجدد الف ثانی کے اجل خلفاء میں تھے، آپ کا وطن سرہند سے ۲۰/میل پر واقع بنور تھا، ۱۶۴۳ء میں مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی، مغل بادشاہ شاہ جہاں کے زمانہ میں آپ سے اصلاح ودعوت کا بڑا اہم کام انجام پایا، آپ کے ممتاز تربیت یافتہ مریدین میں حضرت شاہ علم اللہ صاحب حسنی رائے بریلوی بھی تھے۔

حضرت خواجہ محمد معصومؒ:

آپ حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادے تھے ۱۵۹۹ء میں پیدا ہوئے اور اورنگ زیب کے زمانہ میں ۱۶۶۸ء میں وفات ہوئی، اپنے وقت کے بلند پایہ بزرگ اور صاحب طریقت عالم دین تھے، آپ کی اصلاحی مکتوبات کو بھی بڑی شہرت ملی، مغل بادشاہ شاہ جہاں اور اورنگ زیب کو آپ سے بڑی عقیدت تھی۔

شیخ عبدالحق محدث دھلویؒ:

آپ کا پورا نام شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی تھا، آپ مغل بادشاہ اکبر، جہانگیر اور شاہ جہاں کے زمانہ میں ہندوستان کے نامور عالم دین تھے، آپ نے پورے برصغیر ہندوپاک میں علم حدیث شریف کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا، مختلف دینی موضوعات پر آپ نے ۵۰/سے زائد کتابیں لکھیں ۱۶۴۲ء میں آپ کی وفات ہوئی، بقول علامہ سید سلیمان ندویؒ ''ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانی نے دین کی تجدید اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے علوم دین کا احیاء کیا''۔

شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ:

آپ مشہور عالم دین شاہ عبدالرحیم کے صاحبزادے تھے، ۱۷۰۲ء میں آپ کی ولادت ہوئی، حجاز مقدس جاکر آپ نے علم حدیث حاصل کیا، برصغیر کے تمام علماء میں آپ علمی مرتبہ میں سب سے ممتاز تھے،

قرآن مجید کا فارسی ترجمہ ''فتح الرحمٰن'' کے نام سے کیا، احکام شریعت کے اسرار اور حکمتوں پر مشتمل مشہور تصنیف ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کے علاوہ آپ نے موطا شریف کی شرح بھی لکھی، پورا عالم اسلام آج بھی آپ کے علمی مرتبہ کا معترف ہے، ۱۷۶۲ء میں اس وقت آپ کی وفات ہوئی جب مغلیہ سلطنت کا چراغ بجھنے ہی والا تھا اور دہلی پر مغل بادشاہ شاہ عالم کی حکومت تھی، آپ کے چار صاحبزادے تھے جن کا شمار ہندوستان کے نامور علماء میں ہوا: (۱) شاہ عبدالعزیز (۲) شاہ رفیع الدین (۳) شاہ عبدالقادر (۴) شاہ عبدالغنی۔

شاہ عبدالعزیزؒ:

آپ شاہ ولی اللہ صاحب کے بڑے صاحبزادے اور آپ کے خلیفہ تھے، چار بھائیوں میں سب سے اخیر ۱۸۲۳ء میں آپ کی وفات ہوئی، سب سے پہلے آپ ہی نے انگریزوں کے خلاف ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا اور اس سلسلہ میں فتوی بھی جاری کیا، آپ کی متعدد تصانیف ہیں، جن میں سب سے مشہور تفسیر ''فتح العزیز'' یعنی تفسیر عزیزی، تحفۂ اثناعشریہ، بستان المحدثین اور فتاوی عزیزی ہیں۔

شاہ رفیع الدینؒ:

آپ شاہ ولی اللہ صاحب کے دوسرے صاحبزادے ہیں، ۱۷۵۰ء میں آپ کی ولادت ہوئی، قرآن مجید کا سب سے پہلے اردو میں تحت اللفظ یعنی لفظ بلفظ ترجمہ آپ ہی نے کیا تھا، آپ بڑے محدث اور صاحب علم تھے، فارسی وعربی میں آپ کی متعدد تصانیف مقدمہ العلم، کتاب التکمیل، رسالہ دفع الباطل اور رسالہ عروض وغیرہ ہیں، ۱۸۱۸ء میں آپ کی وفات ہوئی۔

شاہ عبدالقادرؒ:

آپ شاہ ولی اللہ صاحب کے تیسرے صاحبزادے تھے، اردو میں قرآن مجید کا سب سے پہلا بامحاورہ ترجمہ آپ ہی نے کیا اور ''موضح القرآن'' کے نام سے اس کی مختصر تفسیر بھی لکھی، آپ کو عربی زبان پر بڑا عبور حاصل تھا، ۱۸۱۵ء میں آپ کی وفات ہوئی۔

شاہ عبدالغنیؒ:

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے اور حضرت شاہ اسماعیل شہید کے والد محترم تھے، بھائیوں میں سب سے پہلے آپ ہی کی وفات ۱۷۸۹ء میں ہوئی، جب کہ آپ کی عمر صرف ۳۲ رسال تھی۔

حضرت سید احمد شہیدؒ:

۱۷۸۶ء میں رائے بریلی اتر پردیش کے حسنی خاندان میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ کا سلسلہ نسب حضرت حسن بن علیؓ سے جاملتا ہے، آپ حضرت شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز سے بیعت تھے، اللہ نے آپ سے تجدید دین اور اصلاح امت کا بڑا اور اہم کام لیا، ہندوستان کی پوری تاریخ میں آپ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے عہد نبوی اور خلافت راشدہ کی طرز پر اسلامی حکومت اور اسلامی معاشرہ کی تشکیل کی کوشش کی اور پورے برصغیر کے مسلمانوں میں غیر ملکی قبضہ کے خلاف جہاد کی روح پھونکی، سکھوں کے خلاف صوبہ سرحد کے بالاکوٹ کے میدان میں مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے ۱۸۳۱ء میں آپ شہید ہوئے، ۱۸۲۰ء میں ایک بڑی جماعت کے ساتھ آپ نے اس وقت حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کیا، جب ہندوستان سے حاجیوں کے جانے کا سلسلہ تقریباً موقوف ہوگیا تھا، عالم اسلام کے مشہور بزرگ اور داعی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کا خاندانی ونسبی تعلق بھی حضرت سید احمد شہید کے اسی گھرانہ سے تھا۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ:

آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے اور حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کے صاحبزادے تھے، اپنے وقت کے بہت بڑے عالم دین اور مصلح تھے، حضرت سید احمد شہید کے ہاتھ پر آپ نے بیعت کی اور آپ ہی کے ساتھ زندگی گزاری، ۱۸۳۱ء میں معرکہ بالاکوٹ میں حضرت سید احمد شہید کے ساتھ شہید ہوئے، آپ سے تصحیح عقائد اور اصلاح دین کا بڑا اہم کام انجام پایا، عقائد کے موضوع پر ''تقویۃ

الایمان'' کے نام سے ایک معرکۃ الآراء کتاب آپ نے لکھی، جس سے لاکھوں لوگوں کی اصلاح ہوئی۔

مولانا کرامت علی جونپوریؒ:

آپ حضرت سید احمد شہید کے کبار خلفاء میں تھے، ۱۸۷۳ء میں رنگ پور بنگال میں وفات ہوئی، اپنے شیخ حضرت سید احمد شہید کے حکم پر آپ نے بنگال وآسام میں ۵۱ر سال تک دعوت وارشاد کا کام کیا، جس کے نتیجہ میں لاکھوں لوگوں کی اصلاح ہوئی اور ہزاروں بندگان خدا نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، آپ بلند پایہ مصنف بھی تھے، پچاس سے زائد آپ نے کتابیں تصنیف کیں، غیر ملکی سامراج کے خلاف بھی آپ نے مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

﴿بقیہ پچھلے صفحہ ۲۳ر کا﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی اس کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ غرغرۂ موت کے وقت بھی آپ کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔ (ابن ماجہ: ۲۶۹۷)

یہ تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخیری وصیتیں اب ہم ذرا غور کریں کہ جس نبی کی محبت اور عشق کے ہم دعویدار ہیں، کیا ہم نے کبھی ان وصیتوں پر عمل کیا، آج امت کا بڑا طبقہ نماز سے دور ہے اور مالک اپنے ماتحتوں پر ظلم پر ظلم کیے جارہے ہیں، پھر کیسے نصرت خداوندی کی امید کی جاسکتی ہے؟

اے لوگو! ذرا ہوش کے ناخون لو اور اپنی موت کی تیاری کی فکر کرو، یہ دنیا یہیں رہ جائے گی، کچھ ساتھ نہیں جائے گا، سوائے عمل صالح اور ایمان کے، لہٰذا ''بادروا بالاعمال'' اعمال کی طرف سبقت کرو۔

عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم

تیسری آیت سورہ احزاب کی یہ ہے جس میں ازواج مطہرات کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھروں میں بیٹھیں، ارشاد باری ہے ''وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن الجاهلية الاولى''۔ (الآية)

یعنی تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو (مراد اس سے یہ ہے کہ محض کپڑا اوڑھ کر اور لپیٹ کر پردہ کر لینے پر کفایت مت کرو، بلکہ پردہ اس طریقہ سے کرو، کہ بدن مع لباس نظر نہ آئے جیسا کہ آج شرفاء میں پردہ کا طریقہ متعارف ہے کہ عورتیں گھروں ہی سے نہیں نکلتیں، البتہ مواقع ضرورت دوسری دلیل سے مستثنیٰ ہیں'' (معارف القرآن ج ۷ ص ۱۳۵)

اس آیت سے یہ حکم معلوم ہوا کہ عورتوں کے پردہ کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں اور بلا ضرورت شرعیہ باہر نہ نکلیں اور یہی پردے کی وہ صورت ہے جسے حجاب بالبیوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ قدرت نے عورت کی تخلیق اس انداز میں کی ہے کہ وہ اپنے گھر کی چاردیواری میں گھریلو کاموں میں مشغول ہوکر ہی سکون واطمینان کی زندگی گزار سکتی ہے اور معاشرے حقیقی فلاح وبہبود بھی اسی میں ہے، اس طرح فطری ساخت اسے روکتی ہے کہ وہ معاشی جدوجہد کے لیے مردانہ وار گھر سے نکلے اور وہ تمام مشکلات برداشت کرے جن سے نبرد آزما ہونے کی مکمل صلاحیت صرف مرد میں رکھی گئی ہے، پھر اس آیت میں جو یہ کہا گیا کہ ''تم جاہلیت اولی کی عورتوں کی طرح کھلی بندوں نہ پھرو'' اس سے معلوم ہوا کہ اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں بھی عورتیں آزادانہ، بے محابہ، بے حیائی اور بے پردگی سے پھرا کرتی تھیں، چنانچہ قرون اولی کے مفسرین نے اس کی جو کچھ تفسیر کی ہے، وہ وہی ہے جو اس زمانہ جاہلیت میں رائج تھی، انہیں پڑھیے اور آج کی جاہلیت جدیدہ کو اس پیمانے پر ناپیے، تو معلوم ہوگا کہ آج انسان حقیقی جاہلیت کے زمانہ سے بھی زیادہ جاہل ہو چکا ہے، حضرت مجاہد اور حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ ''تبرج'' عورت کا اتراتے، اٹھلاتے اور مٹکتے ہوئے چلنا ہے، مقاتل کہتے ہیں کہ ''تبرج'' یہ ہے کہ عورت اپنے دوپٹہ کو محض سر پر ڈال لے اور اس سے اپنے جسم اور حسن کی اس طرح نمائش کرے کہ جس سے مردوں کے شہوانی جذبات بھڑک اٹھیں۔ (روح المعانی جلد ۲۳ر صفحہ ۸۷)۔

(ماخوذ: اسلام میں پردہ کی اہمیت، مؤلفہ سارہ عزیزی)

یادرفتگاں

حضرت الحاج حافظ حکیم نذیر احمد صاحب مظفرویؒ

سابق صدر مدرسہ انوار القرآن نعمت پور

الحاج منشی عبدالغفور ناظم مدرسہ انوار القرآن نعمت پور

ہرانسان دنیا کا مسافر ہے، جس نفس کو دنیا کی ہریالی اور موسم بہاراں نصیب ہوئی اس کے لیے ایک نہ ایک دن موسم خزاں بھی مقدر ہے، یہ بات تو اپنی جگہ درست ہے، مگر بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے کارنامے انکی وفات کے بعد بھی ان کو زندہ رکھتے ہیں، انہی میں سے ہمارے حکیم نذیر احمد صاحبؒ پسر جناب منشی عبدالعزیز صاحب نوراللہ مرقدہ بھی ہیں، حکیم صاحب تاحیات مدرسہ انوار القرآن کے صدر رہے، آپ کے دور صدارت میں انوار القرآن نے اپنے تمام شعبہ جات میں نمایاں ترقیات کی ہیں، تقریباً نوے سال کی عمر میں ۱۴؍ جولائی ۲۰۰۲ء مطابق ۳؍ جمادی الاول ۱۴۲۳ھ بروز دوشنبہ کو بوقت صبح سات بجے آپ کا انتقال پر ملال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کی نماز جنازہ بعد نماز ظہر حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسار پوری دامت برکاتہم نے پڑھائی، نماز میں لوگوں کی کا ایک کثیر تعداد تھی، تدفین مقامی مشہور قبرستان امام علی شاہ میں ہوئی، اللہ پاک ہمارے حکیم جی کی بشری لغزشوں کو معاف کر کے ان کی روح کو اپنے اعلی علیین میں جگہ دے، قبر کو نور سے منور فرمائے، تمام خاندانی افراد اور دوسرے تمام لواحقین کے غمزدہ دلوں پر صبر جمیل کا القاء فرمائے اور ان کی خصوصیات کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آپ اعلی درجہ کے حافظ قرآن، حاذق حکیم، ماہر نباض تھے، عمر بھر مطب چلایا، بے شمار مریضوں کا علاج معالجہ کیا، اللہ تعالی نے آپ کے دست مبارک میں شفا رکھی تھی، مہمان نوازی، حق گوئی، خوش خلقی، ملنساری، تدبر وتحمل، دینی ملی اور سماجی کاموں میں دلچسپی رکھنا اور حصہ لینا، اصلاح معاشرہ اور خدمت ملک وملت کی فکر اور قوت فیصلہ جیسی صفات حمیدہ آپ میں بدرجہ اتم موجود تھی، بے لوث مخلص ومحترم، عام وخاص کی نظر میں بااثر وباوقار، زمیندار کے بیٹے اور خود بھی زمیندار تھے، شب بیداری، تہجد، نالہ نیم شبی اور آہ سحر گاہی اور تلاوت کلام اللہ شریف آپ کی خصوصی صفات تھیں، مظفرآباد میں پلیا والی مسجد رشید موصوف کی زندگی کا عظیم دینی کارنامہ ہے جو آپ کے لیے قیامت تک صدقہ جاریہ ہے۔

انوار القرآن کے جملہ امور اپنے عہدہ کا پاس رکھتے ہوئے پوری توجہ اور بڑی دلچسپی سے ۵۴؍ سال تک حسب ضابطہ انجام دیتے رہے، اس عرصہ میں اٹھنے والے تمام فتنوں کا پوری پامردی سے مقابلہ کیا، بفضلہ تعالی ہر مقام اور ہر موقع پر فائز المرام ہی رہے، یقیناً آپ باکمال شخصیت کے مالک تھے، آپ کی طبی اور معاشرتی نیز مدرسہ کی خدمات بھی غیر معمولی ہی تھیں، آپ ایثار ووفا کے عظیم پیکر تھے، آج بھی میرے دل میں ان کی محبت اور رفاقت کی جدائی کا احساس بدستور باقی ہے، آپ کو مجھ سے بے پناہ محبت تھی، مدرسہ کے معاملات اور حالات میں مجھ پر ہمیشہ بھرپور اعتماد کیا، اپنا مخلص مشیر ومعتمد جانا، اس طرح کے پرسکون گزرے ہوئے لمحات کو بھلانا آسان کام نہیں، ان کی کمی جب بھی محسوس کرتا ہوں تو آنکھیں بھر آتی ہیں، دل تڑپ اٹھتا ہے، اب اپنی بزم ان کے بغیر سونی سی معلوم ہوتی ہے اور لگتا ہے کہ گویا محفل میں افراد ہیں دلکشی نہیں، تارے ہیں مگر روشنی نہیں، چاند ہے مگر چاندنی نہیں: ؎

وہ تھے تو کل تھی رشک بہاراں پہ زندگی
وہ کیا گئے کہ زندگی بار گراں ہے آج

رپورٹ

بھٹکل اسلامک اکیڈمی کے امتحانات میں ۳۵؍ہزار طلبہ کی شرکت اور مسلم پرسنل لا بورڈ کا تاریخی اجلاس

محمد افضل ندوی، رحمت اللہ رکن الدین ندوی بھٹکلی

بھٹکل ۱۴؍فروری جامعہ اسلامیہ بھٹکل کرناٹک میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا انہتر۶۹ واں اجلاس منعقد ہوا جس میں مختلف ایجنڈوں پر گفتگو ہوئی اور کئی اہم تجاویز منظور کی گئی ، اجلاس کے بعد ایک پرہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بورڈ کے اسسٹنٹ جنرل سکریٹری جناب عبدالرحیم قریشی ایڈوکیٹ نے کہا کہ بورڈ شادیوں کے رجسٹریشن کوسختی سے لازمی قرار دینے کے خلاف ہے،اس لیے شادیوں کے اندراج کا نظام مسلمانوں میں پہلے ہی سے نکاح نامہ کی شکل میں موجود ہے، بورڈ نے مرکزی حکومت کی طرف سے مدرسہ بورڈ کی تجویز کی سخت مخالفت کی اور بورڈ کے وفد کا حکومت کے ذمہ داروں سے گفتگو کرکے مدرسہ بورڈ کے قیام کی تجویز کی سخت مخالفت کرنے کا فیصلہ کیا گیا، نیز بورڈ نے بابری مسجد کی شہادت اوراس جڑے مقدمات کی پیروی میں مرکزی تحقیقاتی ادارہ سی بی آئی پرٹال مٹول کا الزام لگاتے ہوئے اس کو جلد حل کرنے کا مطالبہ کیا،اس کے علاوہ بابری مسجد کی شہادت کے اسباب کی جانچ کے لیے قائم جسٹس لبراہن کمیشن کی رپورٹ مکمل ہونے کے باوجود رپورٹ کی پیشی کی تاخیر پرتشویش کا اظہار کرتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ بورڈ کا ایک وفد جلد ہی جسٹس لبراہن سے ملاقات کرکے ان سے رپورٹ پیش کرنے کی گزارش کرے، ملک کی مختلف عدالتوں میں شریعت اسلامیہ کے خلاف غلط فہمیوں کی بنیاد پر جوفیصلے صادر ہوئے ہیں ان کا جائزہ بھی آج کے اجلاس میں لیا گیا، خاص کرشرعی عدالت کے نظام دارالقضاء کو متوازی عدلیہ قرار دیئے جانے کی مذمت کی گئی، اسی دن رات نو بجے جامعہ اسلامیہ کے وسیع میدان میں تحفظ شریعت اوراصلاح معاشرہ کے عنوان پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں مختلف ساحلی اضلاع سے بیس ہزار سے زائد فرزندان توحید نے شرکت کی، جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے کہا کہ اس دنیا میں مسلمانوں نے جتنے بھی کارنامے انجام دیئے ہیں وہ ایمانی طاقت وقوت کی بنیاد پر دیئے ہیں، آج مسلمانوں کو اپنے اوپر آئے ہوئے حالات کو بدلنے کے لیے ایمانی قوت کی ضرورت ہے، حالات کا شکوہ کرنے کے بجائے اپنے ایمان اوراعمال کے محاسبہ کی ضرورت ہے۔

بورڈ کے جنرل سکریٹری مولانا نظام الدین صاحب نے اپنے خطاب میں کہا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نہ کوئی سیاسی ادارہ ہے اورنہ ہی یہ کسی مذہب کے خلاف ہے، یہ ادارہ اسلامی شریعت کی حفاظت کے لیے قائم کیا گیا ہےاوراسی کے لیے کوشاں ہے۔

جمعیۃ العلماء ہند کے صدر مولانا سید ارشد مدنی نے اپنے افتتاحی خطاب میں اللہ اوررسول کی اطاعت کے بعد والدین کی خدمت پرزور دیا اورکہا کہ آج مغربی معاشرہ میں اپنے ترقی یافتہ ہونے کا ڈھندورہ پیٹنے کے باوجود بوڑھے والدین اپنے جوان بچوں کی خدمت سے محروم ہیں۔

مولانا سید سلمان حسینی ندوی نے کہا کہ آج ہمیں ہرمیدان پر مقابلہ آرائی کرنی ہے اوراپنی تعلیم کو دنیاوی اغراض کے لیے حاصل کرنے کے بجائے جدید آلات سے لیس ہوکر دین کی اشاعت

وخدمت کے لیے صرف کرنی چاہئے۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے پروفیسر و ماہر قانون شکیل احمد صمدانی نے اپنے پرمغز خطاب میں کہا کہ حکومت کی طرف سے ہم کو جو مذہبی آزادی حاصل ہے وہ کوئی ہم پر احسان نہیں بلکہ کسی کے مذہبی معاملات میں عدم مداخلت کی روایت یہاں پر ہزاروں سال سے چلتی آرہی ہے اس کے لیے ہمیں کسی کا ممنون ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

جلسہ کے روح رواں مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی نے جلسہ کی نظامت کے دوران مختلف گوشوں پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں مسلمانوں کے لیے حالات انتہائی تشویشناک ہیں خاص طور پر بھٹکل اور اطراف کے ساحلی اضلاع شرپسندوں کے نشانہ پر ہیں، ایسے حوصلہ شکن حالات کے باوجود دعوتی نقطہ نظر سے بورڈ کے اجلاس کا کامیاب انعقاد الحمد للہ بڑا ہی موزوں اور لائق صد شکر ہے۔

اس اجلاس میں مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب، مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب، مولانا سجاد نعمانی صاحب، جناب سلیمان سکندر صاحب جناب ایڈوکیٹ ظفریاب جیلانی صاحب، جناب موسیٰ رضا صاحب ودیگر عمائدین نے بھی خطاب کیا، اجلاس کے دوران مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل کے زیر اہتمام منعقدہ اسلامیات کے امتحانات کے نتائج کا اعلان بھی کیا گیا اور بھٹکل کے سینٹرس میں اول آنے والے طلباء کے مابین گولڈ میڈل بھی تقسیم کئے گئے، واضح رہے کہ اس سال پورے ملک کے دوسو سے زائد سینٹروں میں ۳۵؍ہزار سے زائد طلباء نے ۲۲؍جنوری ۲۰۰۹ کو ہونے والے اسلامیات کے امتحانات میں حصہ لیا تھا، امتحانات کی رپورٹ جناب مولانا مقبول صاحب ندوی نے سنائی، اجلاس میں گوا سے لے کر منگلور کے ساحلی اضلاع سے ہزاروں لوگوں نے شرکت کی، مہتمم جامعہ مولانا عبدالباری ندوی صاحب کے شکریہ اور مولانا سید سلمان ندوی کی رقت امیز دعا پر رات ڈھائی بجے اجلاس بحسن خوبی اختتام کو پہنچا۔

بورڈ کے اس اجلاس میں مولانا محمود مدنی صاحب، مولانا محمد سالم صاحب قاسمی، مفتی فضیل ہلال عثمانی صاحب، ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب، ایڈوکیٹ یوسف مچھالہ صاحب، مولانا محمد ولی رحمانی صاحب، مولانا واضح رشید ندوی صاحب، مولانا عبداللہ حسنی ندوی صاحب، مفتی اشرف علی باقوی صاحب، مولانا مستقیم اعظمی صاحب، مولانا عبدالاحد ازہری صاحب، حکیم عرفان حسینی صاحب، مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب، مولانا جعفر صاحب، مولانا تنویر ہاشمی صاحب، جناب علی کٹی مصلیار صاحب وغیرہم نے بھی شرکت کی۔

بورڈ کے اس اجلاس سے قبل مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی کے زیر اہتمام شہر میں پیام انسانیت کے موضوع پر ایک کامیاب وتاریخی جلسہ بھی ہوا جس میں شہر وآس پاس سے سینکڑوں کی تعداد میں غیر مسلموں نے شرکت کی، اس میں اکیڈمی کی طرف سے اسلام میں امن کے موضوع پر ریاستی سطح پر ہونے والے تحریری مقابلوں میں کامیاب ہونے والے غیر مسلموں میں اول، دوم، سوم آنے والوں کو پچاس ہزار روپے کے نقد انعامات تقسیم کئے گئے، یہ بات بھی حیرت انگیز نہیں بلکہ مسرت آمیز ہے کہ تشجیعی انعامات کی اس تحریک سے ترغیب پا مسلم اسکولوں میں زیر تعلیم غیر مسلم طلباء بھی ہر سال اس میں بڑی تعداد میں حصہ لیتے ہیں اور بعض اوقات اسلامی تعلیمات کے ان امتحانات میں اپنے ہم درجہ مسلم طلباء سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں، جس کی مثال یہ ہے کہ ۲۰۰۷ء میں اکیڈمی کے زیر اہتمام پورے ملک سے شریک ہونے والے اسلامیات کے بائیس ہزار طلباء میں سب سے ممتاز ایک غیر مسلم طالبہ تھی جس کو صد فیصد نمبرات کی وجہ سے آٹھ گرام سونے کی گھنی کا مستحق قرار دیا گیا تھا، نیز شہر میں نوجوانوں اور مستورات کے بھی مختلف اجتماعات ہوئے، بورڈ کے ذمہ داروں کا کہنا تھا کہ اراکین کی حاضری کی کثرت، انتظام وانصرام کی عمدگی اور مقامی احباب کی دلچسپی اور مختلف پروگرامات کے انعقاد کی وجہ سے یہ اجلاس الحمد للہ بورڈ کے دیگر اضلاع سے نمایاں تھا۔

❁❁❁❁

اصلاح معاشرہ

امت پر مصائب کے اسباب

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

"عن علی بن ابی طالبؓ قال، قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا فعلت امتی خمس عشرة خصلة حل بها البلاء، قیل وماهی یارسول اللّٰہ!

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میری امت پندرہ قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرے گی تو امت پر بلا اور مصیبتیں آ پڑیں گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ برائیاں کیا کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل کے ساتھ ارشاد فرمایا:

(۱)"اذا کان المغنم دولاً" پہلی برائی یہ ہے کہ جب مال غنیمت کو اپنے لیے دولت سمجھی جائے۔

فائدہ: مال غنیمت وہ مال ہے جو مجاہدین کو میدان جہاد اور علاقہ جہاد سے حاصل ہوتا ہے، تقسیم سے پہلے کسی مجاہد کے لیے مال غنیمت میں سے اپنے لیے لینا جائز نہیں بلکہ حرام ہے، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء کے زمانہ میں اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے چاروں طرف مجاہدین جہاد کے لیے پھیلے ہوئے تھے اور فتوحات پے در پے مسلمانوں کے قدم چوم رہی تھیں اور مال غنیمت کثرت سے حاصل ہو رہا تھا، اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مال غنیمت کے بارے ہی میں ارشاد فرمایا کہ تقسیم سے پہلے مال غنیمت میں سے لینا خیانت اور حرام ہے۔

مال غنیمت میں خیانت سے جہنم کی آگ بھڑکنا:

بخاری شریف میں ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت رفاعہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک غلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا، جب خیبر سے مدینہ منورہ کے لیے واپسی ہوئی تو آقاء مدنی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے وادی القریٰ مقام پر قیام فرمایا، وہاں یہ غلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ درست کر رہا تھا، اچانک ایک طرف سے تیر آیا اور اس غلام کے لگ گیا جس سے اس غلام کی موت ہوگئی، صحابہ کرام کی زبانوں سے یہ جملہ بلند ہوا"هنیئاً له الجنة" اس کے لیے جنت مبارک ہو، سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسا ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، بے شک خیبر کے دن جو چادر اس نے مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے چپکے سے اٹھائی تھی وہ چادر اس پر جہنم کی آگ بن کر بھڑک رہی ہے۔

مقام عبرت ہے کہ ایک چادر کی خیانت کی وجہ سے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کو بھی جہنم کی آگ میں جلنا ہوگا، بڑے ڈر کی بات ہے کبھی کبھی گناہوں کی کثرت سے ایمان بھی سلب ہو جاتا ہے، اور اس سے بڑھ کر کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام تمام عمر مسلمانوں کا رہے لیکن قیامت میں وہ کافروں میں شمار کیا جائے، یہ انتہائی حسرت و افسوس کی بات ہے اور حسرت اس شخص پر نہیں جو گرجا گھر سے نکلے یا آتش کدہ سے نکلے اور جہنم میں داخل ہو، ہاں اس پر حسرت ضرور ہے جو مسجد سے نکلتا رہا ہو اور آخرت کے دن جہنم میں ڈال دیا جائے اور ایسا اس کے اعمال خبیثہ ہی کی وجہ سے ہوا کرتا ہے، چنانچہ بہت سے انسان

ہیں جن کے ہاتھوں میں لوگوں کے مال ہوتے ہیں اور وہ کہتا ہے اس کو خرچ کرلوں پھر ملا دوں گا اور امانت ادا کرنے سے پہلے مرجاتا ہے۔

(۲)"والامانة مغنما" دوسری برائی امانت کو غنیمت سمجھنا، حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جب امانت میں خیانت کا سلسلہ شروع ہوجائے گا تو امت کی خیر نہیں، امت طرح طرح کے عذاب ومصائب میں مبتلا ہوجائے گی۔

امانت میں خیانت منافقت کی علامت ھے:

بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی چارعلامتیں بیان فرمائی ہیں:

۱-جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

۲-جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

۳-جب کسی سے عہد و پیمان کرے تو غداری اور عہد شکنی کرے۔

۴-جب کسی سے جھگڑا کرے تو گالی بکنے لگے۔

ادائے امانت اور ایمان کا کمال:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا"لاایمان لمن لاامانة له ولادین لمن لاعهدله" جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس میں عہد و پیمان نہیں اس کا دین نہیں۔

چھ کام کرنے سے جنت کی ذمہ داری:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ تم میرے لیے چھ چیزوں کی ذمہ داری لےلو میں تمہارے لیے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں:

۱-جب بات کروتو سچ بولو۔

۲-جب وعدہ کروتو پورا کرو۔

۳-جب امانت تمہارے پاس رکھی جائے تو ادا کرو۔

۴-اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

۵-اپنی نگاہوں کو نیچی رکھا کرو۔

۶-اپنے ہاتھوں کو ظلم سے روکے رکھا کرو۔(مسند امام احمد)

(۳)"والزکوٰة مغرماً" تیسری برائی زکوة کی ادائیگی کو تاوان سمجھنا یعنی جب ایسا زمانہ آجائے گا کہ لوگ زکوة ادا کرنے کو اپنے اوپر تاوان سمجھنے لگیں تو امت کے خیر نہیں، امت پر طرح طرح کی بلا اور مصیبتیں آپڑیں گی۔

(۴)"واطاع الرجلُ زوجته" چوتھی برائی مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا، یعنی جب مرد اپنا معاملہ عورت کو سونپ دے گا تو معاشرہ سے فلاح وبہبود ختم ہوجائے گی، شاہ فارس کے انتقال کے بعد جب اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو سلطنت پر بٹھادیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا(حضرت ابوبکرؓ راوی ہیں) کہ جس قوم نے اپنا معاملہ عورت کو سونپ دیا وہ فلاح یاب نہیں ہوسکتی۔(ترمذی جلد۲)

(۵)"وعق امه" پانچویں برائی آدمی اپنے ماں کی نافرمانی کرے یعنی جب آدمی اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا تو امت کی خیر نہیں، بلا اور مصیبتیں آپڑیں گی، اولاد پر ماں باپ کی فرمانبرداری واجب ہے۔

تین باتوں پرالله کی رحمت کا سایه:

حضرت جابرؓ راوی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص میں تین باتیں موجود ہوں گی اس پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کو بلاحساب وکتاب جنت میں داخل فرمائیں گے:

۱-کمزور کے ساتھ نرمی کرنا۔

۲-اپنے والدین کے ساتھ نرمی اور شفقت کرنا۔

۳-غلاموں اور خادموں کے ساتھ ہمدردی کرنا۔(ترمذی جلد۲)

ایک دوسری حدیث میں ہے جس کے راوی حضرت ابوبکرہ ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ کیا میں تم کو بڑے بڑے گناہوں کے متعلق نہ بتلا دوں؟ میں نے کہا کیوں نہیں یارسول اللہ! تو آپ ﷺ نے فرمایا بڑے بڑے گناہ تین ہیں:

۱-اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔

۲-والدین کی نافرمانی کرنا۔

۳-جھوٹی شہادت دینا یا جھوٹی قسم کھانا۔

(۶)"وبـر صـديقـه" اورچھٹی برائی یہ ہے کہ آدمی اپنے دوست کے ساتھ خیر خواہی وہمدردی کرے گا اور اپنے گھر والوں کے ساتھ برا سلوک کرے گا۔

(۷)"وجـفـا ابـاه" اوراپنے باپ کے ساتھ سختی اور براسلوک کرے گا حالانکہ باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا واجب اور لازم ہے۔

(۸)"وارتـفـعـت الاصـوات فـی المساجد" مسجدوں میں لوگ بازار کے شور کی طرح شور کریں گے۔

یعنی مسجدوں میں لڑائی جھگڑے کرنے والوں کو روکنے والے نہ ہوں گے اور نہ ہی مسجدوں کا احترام باقی رہے گا، جب حالات یہ ہوں تو سمجھ لینا کہ اب امت کی خیر نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے کہ ان کی ساری دنیاوی گفتگو مسجدوں میں ہی ہوا کرے گی، ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ کو کوئی حاجت نہیں۔(ترغیب وترہیب)

فائدہ: مساجد کا احترام ہر مسلمان پر واجب ہے اور مساجد میں شور وشغب کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

(۹)"وکان زعیم القوم ارذلهم" اور لوگوں کا نمائندہ اور سربراہ ان میں سب سے گھٹیا، کم عقل، بے علم اور بے دین، رذیل اور کمین شخص ہوگا یعنی جب رذیل شخص کو حاکم بنادیا جائیگا تو اس امت کی خیر نہیں امت ہر طرح کی بلا اور مصیبت میں مبتلا ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارے حکام تم میں بہتر لوگ ہوں گے اور تمہارے مالدار تم میں سخی لوگ ہوں گے اور تمہارے معاملات آپس کے مشورے سے طے ہوں گے تو تمہارا روئے زمین پر زندہ رہنا زمین کے نیچے دفن ہونے سے بہتر ہوگا اور جب تمہارے حکام گھٹیا اور کمین لوگ ہوں گے اور تمہارے مالدار تم سے بخیل ہوں گے اور تمہارے معاملات عورتوں کو سونپ دیئے جائیں تو روئے زمین پر زندہ رہنے سے تمہارا زمین کے نیچے دفن ہوجانا زیادہ بہتر ہوگا۔(ترمذی جلد۲)

(۱۰)"اکـرم الرجل مخافة شره" آدمی کا اعزاز واکرام اس کی شرارت سے بچنے کے لیے کیا جائے گا، دسویں برائی یہ ہے کہ کسی آدمی کا اعزاز واکرام صرف اس لیے کیا جائے گا کہ اس کی شرارتوں سے محفوظ رہیں۔

(۱۱)"وغُـرِمَت الخمور" اور لوگوں میں شراب کی کثرت ہوگی، گیارہوں برائی یہ ہے کہ امت میں شراب عام ہوجائے گی، جبکہ آخرت میں شرابی کا حشر یہ ہوگا کہ جہنم کے اندر زانیہ عورتوں کو جو عذاب دیا جائے گا ان ہی سے ایک عذاب یہ بھی ہوگا کہ ان کی شرم گاہوں سے گندہ خون اور پیپ اس کثرت سے بہنے لگے گا کہ اس سے نہر بن جائے گی اور یہ خون وپیپ شرابی کو پلایا جائے گا۔(ترغیب وترہیب)

حدیث پاک میں شراب کو ام الخبائث کہا گیا ہے، شراب پینے کے بعد آدمی ہر قسم کی برائی میں مبتلا ہوسکتا ہے۔

(۱۲)"ولبـس الـحرير" اور بارہویں برائی یہ ہے کہ مرد بھی ریشم کے کپڑے پہننے لگیں گے مردوں کے لیے ریشمی لباس پہننا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

(۱۳)"واتـخـذت القيان" اور ناچنے گانے والی فاحشہ عورتوں کو رکھا جائے، یعنی ایسا وقت آئے گا جب لوگ ناچنے اور گانے والی عورتوں کو اپنے پاس رکھنے کا شوق ہوگا، ٹیلی ویژن نے اس خباثت کو گھر گھر پہنچادیا ہے، ٹی وی ام الفواحش ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے "ولاتـقـربوا الفواحش ماظهر منها ومابطن" تم فحش پروگراموں کے قریب تک مت جاؤ، چاہے وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔

(۱۴)"واتخذت المعازف' اور گانے بجانے کے سامان رکھے جائیں، سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ نمبر کی برائی یہ بیان فرمائی کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں لوگ گانے بجانے اور کھیل کود کی چیزوں اور آلات لہوولعب کو پسند کریں گے جب یہ ہونے لگے تو سمجھ لو

کہ امت کی خیر نہیں بلاؤں اور مصیبتوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

(۱۵)"والعن اخر هذه الامة اولها" اس امت کے آخر کے لوگ گزرے ہوئے لوگوں پر لعن طعن کریں گے، پندرہویں برائی یہ ہے کہ امت کے بعد کے لوگ اپنے سے پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے، خود بے علم و بے عقل ہوں گے اور پہلے اہل علم اور اہل عقل پر لعنت وملامت کریں گے، ان کی برائیاں کریں گے۔

ان پندرہ برائیوں کے بیان کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"فليرتقبوا عندذلك ريحا حمراء او خسفاً او مسخاً" جب یہ آثار ظاہر ہوں گے تو اس وقت سرخ آندھی، زلزلہ جو زمین کو دھنسا دے، شکل بگڑ جانے اور پتھروں کی بارش کا انتظار کرو جو یکے بعد دیگرے اس تسلسل کے ساتھ آنے والی ہیں کہ جس طرح ہار کی لڑی ٹوٹ جانے سے تسلسل سے موتی نکل جاتے ہیں، یعنی ایسے زمانہ میں تم اللہ تعالی کے مختلف قسم کے عذابوں کا انتظار کرو جو کبھی سرخ آندھوں کی شکل میں آئیں گے جس سے انسان وبائی امراض میں مبتلا ہو جائیں گے اور کھیتی باغات جل کر سوکھ جائیں گے، یا زلزلہ کی شکل میں عذاب آئے گا، جس سے علاقہ کا علاقہ تباہ و برباد ہو جائے گا، یا زمین کے دھنس جانے کی شکل میں عذاب آئے گا، یا آسمانوں سے اولے اور پتھر برسنے کی شکل میں عذاب آئے گا، جس سے انسانوں میں گھبراہٹ پیدا ہوگی اور پیداوار تباہ و برباد ہو جائیگی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ان پندرہ برائیوں سے ہر انسان کو بچنا چاہئے کیونکہ اللہ کا عذاب اچانک آتا ہے اور اس میں پورا شہر کا شہر تباہ و برباد ہو جاتا ہے، غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ حالات وعلامات اگر اس زمانہ میں موجود ہیں تو عذاب الٰہی سے بچنے کی تدبیریں کرنی چاہئے، خاص طور پر ہر مومن بندے کو اس کے بارے میں سوچنا چاہئے کہ کہیں ہم ان پندرہ چیزوں میں سے کسی میں ملوث تو نہیں ہیں، اس لیے ان برائیوں سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔

❁❁❁❁❁

﴿بقیہ......صفحہ۱۴ کا﴾

(۷) کریڈٹ کارڈ (Credit card) اس کارڈ کے حامل کا بھی ادارے میں کوئی اکاؤنٹ نہیں ہوتا بلکہ وہ معاہدہ ہی ادھار پر سود کا کرتا ہے، اس معاہدہ میں ادارے کی طرف سے اگرچہ ایک میعاد مقرر ہوتی ہے کہ اگر کارڈ ہولڈر (Card holder) قرض ادا کر دے تو سود ادا نہیں کرنا پڑتا، لیکن اصلاً معاہدہ سود کی بنیاد پر ہوتا ہے اور اس کی ادائیگی کا وعدہ ہوتا ہے، نیز اس میں تجدید مدت (Rescheuling) کی سہولت بھی موجود ہوتی ہے جس سے ادائیگی کی مدت بڑھ جاتی ہے، اور ساتھ ہی شرح سود میں اضافہ بھی ہو جاتا ہے۔

اس کارڈ کا استعمال ڈیبٹ کارڈ یا چارج کارڈ کے الگ سے ماہانہ ہونے کی صورت میں مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

کریڈٹ کارڈ کی مروجہ صورت چونکہ سودی معاملہ پر مشتمل ہے، لہٰذا کریڈٹ کارڈ یا اس قسم کے کسی کارڈ کا حاصل کرنا جائز نہیں ہے، نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے صفحہ ۱۵۱، پندرہواں فقہی سیمینار میسور بتاریخ ۱۰-۱۲/صفر ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۱-۱۳/مارچ ۲۰۰۶ء میں ہوا۔

(۸) اے ٹی ایم کارڈ (Machine AutometedTransfer) یہ کارڈ اکاؤنٹ میں موجود رقم نکالنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، بعض دفعہ ڈیبٹ کارڈ میں بھی اس اے ٹی ایم کارڈ (Atm card) کی سہولت موجود ہوتی ہے۔

اگر ادارہ اس کارڈ کو استعمال کرنے پر مشین کے استعمال کی اجرت کے طور پر متعین رقم وصول کرے (جو رقم کی مقدار کے بدلہ نہ ہو) تو جائز ہے اور اگر رقم کی مقدار کے بدلہ ہو تو سود ہوگا، البتہ ادارہ کو اس کارڈ کے حصول اور استعمال کے لیے جو رقم ادا کی جاتی ہے وہ کارڈ کا معاوضہ اور سروس چارج ہے، اس لیے اس کا ادا کرنا جائز ہے۔

❁❁❁❁❁

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

نام کتاب: اسبال ازار

تالیف: مولانا محمد عمر فاروق لوہاری (لندن)

صفحات: ۴۸/

قیمت: ۲۰/روپئے

ناشر: معہد امام حسن البناء شہید بھٹکل، کرناٹک

یہ کتاب ''اسبال ازار یعنی ٹخنوں سے نیچے لنگی یا پائجامہ لٹکانا'' دراصل مولانا محمد عمر فاروق صاحب مقیم لندن کا وہ مضمون ہے جو چند سال قبل دارالعلوم دیوبند کے رسالہ ''ماہنامہ دارالعلوم'' میں دو قسطوں میں شائع ہوا تھا، مضمون کی افادیت واہمیت کے پیش نظر ہمارے ایک مخلص دوست جناب حضرت مولانا محمد ناصر اکرمی ناظم معہد امام حسن البناء شہید بھٹکل نے اس کو اپنے ادارہ سے خوبصورت کتابت اور معیاری طباعت کے ساتھ شائع کیا، چونکہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اسبال ازار پر یہی ایک حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ ''جس نے اپنی لنگی ٹخنے سے نیچے لٹکائی تو اس کا وہ حصہ جہنم میں جلے گا''، لیکن اس مضمون کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوگا کہ اس موضوع پر احادیث کا ایک ذخیرہ موجود ہے، جس میں اسبال ازار کی وعیدیں بیان کی گئی ہیں، بعض نوجوانوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ صرف نماز کے وقت اپنے پائجامہ یا پینٹ کو اوپر کر لیتے ہیں، پھر نماز ہوتے ہی نیچے کر لیتے ہیں، شاید ان کو یہ غلط گمان ہے کہ صرف نماز میں اسبال ازار حرام ہے، یہ ایک مغالطہ ہے؛ بلکہ نماز میں بھی اور نماز کے باہر، ہر وقت اسبال ازار کی حرمت ہے، جو اپنا لباس ٹخنوں سے نیچے لٹکاتا ہے وہ ہر وقت گناہ میں مبتلا رہتا ہے، نوجوانوں کو خصوصاً اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، کتاب کے ذیلی عناوین کچھ اس طرح ہیں، لباس کے شرعی اصول، اسبال ازار کی وعیدیں، کیا وعیدوں کا تعلق صرف تہبند لٹکانے سے ہے، ٹخنوں پر کپڑے کا ہونا ممانعت میں داخل ہے یا نہیں، اسبال کی ممانعت صرف مردوں کے لیے ہے، کیا ممانعت صرف تکبر سے کپڑا لٹکانے کی صورت میں ہے، اسبال کی ممانعت سے مستثنیٰ صورتیں، اسبال طبی حیثیت سے، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا کمال اتباع اور ہمارا حال، حرف آخر، کتاب کے ان مشمولات سے مضمون کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کتاب کے اخیر میں اسبال ازار سے متعلق بعض بزرگوں کے ملفوظات بھی ہیں، حضرت تھانوی کا ایک ملفوظ نقل کیا ہے کہ ''بعض لوگ تقوی جتلانے کو نماز میں اوپر کر لیتے ہیں، سو نماز سے خارج بھی تو گناہ سے بچنا واجب ہے، اس حیلہ سے کیا ہوتا ہے۔

امید ہے کہ نوجوان طبقہ اور عام مسلمان اس کتاب کو حاصل کر کے اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور ایک ایسے گناہ سے بچنے کی کوشش کریں گے، جس کے گناہ ہونے کا اور جس کے ارتکاب کا احساس تک نہیں ہوتا، اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

نام کتاب: چالیس احادیث کا گلدستہ

تالیف: مولانا محمد عظمت اللہ قاسمی

صفحات: ۳۲/

قیمت: ۶/روپئے

ناشر: ادارۃ الصدیق بہٹ، ضلع سہارنپور (یوپی)

زیر تبصرہ کتاب چالس احادیث کا گلدستہ ہمارے دوست مولانا عزیزاللہ ندوی (ناظم ادارۃ الصدیق بہٹ ضلع سہارنپور) کے برادر اکبر جناب مولانا محمد عظمت اللہ صاحب قاسمی بانی ادارۃ الصدیق کا مرتب کردہ مجموعہ ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''جو میرا امتی دینی امور میں چالیس احادیث حفظ کرے گا، اللہ تعالی قیامت کے دن اس کا حشر فقہاء، علماء کے ساتھ فرمائیں گے'' اس حدیث کی بنا پر علماء امت نے ہر دور میں

چالیس احادیث کی جمع وترتیب اور نشر واشاعت کا فریضہ انجام دیا اور مختلف عناوین کے تحت، مختلف موضوعات پر کسی ایک راوی یا مختلف راویوں کی روایات کو جمع کیا، اور اس حدیث کے مصداق بننے کی کوشش کی، تاکہ خود بھی فائدہ پہنچے اور امت کے عام مسلمانوں کو بھی فیض ہو، اسی سلسلہ میں مولانا عظمت اللہ صاحب نے بھی یہ مجموعہ بڑی محنت اور عرق ریزی سے چالیس احادیث کی شکل میں چالیس موضوعات کے تحت اردو ترجمہ کے ساتھ تیار کیا اور اس کو اپنے عزیز بیٹے محمد احسان کے نام کے ساتھ منسوب کر کے ادارۃ الصدیق بہٹ سے شائع کیا، اس مجموعہ کی اہمیت وافادیت کا اندازہ احادیث کے عنوانات سے لگایا جاسکتا ہے، مثلاً: نیت، توحید، شرک، اطاعت، نافرمانی، ایمان، دین اسلام، کلمہ، علم، قرآن، وضو، مسواک، غسل، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، قربانی، تبلیغ، علماء، معاملات، اخلاق، شکر، صبر، حسن ظن، بدگمانی، حیاء، بے حیائی، سادگی، سود، دھوکہ، قسم، غیبت، سچ جھوٹ، پردہ پوشی، قطع تعلق، ظلم، خیرات، دعا، موت، ان احادیث کے علاوہ متفرقات کے ذیل میں نو حدیثیں اور جمع کی ہیں، ان کے عنوانات مثلاً بخل، سخاوت، سفارش، بھائی چارہ، سلام، لباس، ایذاء، بھروسہ، گفتگو ان موضوعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب صرف طلبہ مدارس ومکاتب ہی کے لیے نہیں بلکہ چھوٹوں اور بڑوں کے لیے یکساں مفید ہے، اس لیے امید کی جاتی ہے کہ ادارہ سے اس کتاب کو حاصل کر کے فائدہ اٹھایا جائے گا۔

نام کتاب: نعتوں کا گلدستہ
مؤلفہ: خوشنودہ تبسم
صفحات: ۳۲ر
قیمت: درج نہیں
ناشر: ادارۃ الصدیق بہٹ، ضلع سہارنپور (یوپی)

زیر تبصرہ کتاب مختلف نعتوں، نظموں، حمد وثناء کا مجموعہ اچھا انتخاب ہے، جو مدارس کے طلبہ وطالبات کے لیے ایک بہترین گلدستہ ہے، اس مجموعہ کو ترتیب دینے والی ایک محترم خاتون مولانا عظمت اللہ قاسمی صاحب کی اہلیہ محترمہ ہیں، جس کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ محترمہ موصوفہ کو نعتوں اور نظموں کے انتخاب کا اچھا اور صاف ستھرا ذوق ہے، نعت النبی کا میدان ایک بہت وسیع اور اہم میدان ہے، جس میں صحرا نوردی اور بادیہ پیمائی کرنے والا محبت نبی کے غلو اور نعت نبی میں حد درجہ مبالغہ کر کے شرک کے سمندر میں جا ڈوبتا ہے، بعض مرتبہ اس کو پتہ بھی نہیں چلتا، غرضیکہ یہ ایک اہم موضوع ہے، مگر مؤلفہ نے اپنے ذوق کی پاکیزگی کی بنا پر کوشش کی ہے کہ ''نعتوں کا یہ مجموعہ'' شرک سے پاک ہو، اس اعتبار سے یہ بہت اہم ہے، ایسے طلبہ وطالبات جن کو نعت ونظم پڑھنے کا ذوق ہے وہ اس مجموعہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور جس مقصد کے لیے اس کی تالیف واشاعت کی گئی ہے اس میں کامیابی عطا فرمائے۔

بکھرے موتی

اپنے کسی بھائی کو مشکل میں دیکھ کر خوش مت ہو، ممکن ہے اللہ اسے مشکل سے نکال کر تمہیں مشکل میں ڈال دے۔ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

حسد بدن کو گلا دیتا ہے، جب کہ قناعت بدن کو تازگی بخشتی ہے۔ (حضرت سلیمان علیہ السلام)

وہ کبھی بھی مطمئن اور قانع نہیں ہوسکتا، جو حاجات زندگی کے علاوہ بھی اور دوسری چیزوں کی حرص رکھے۔ (حضرت ادریسؑ)

ہر ایک چیز کی زکوۃ ہے اور عقل کی زکوۃ یہ ہے کہ نادانوں کی بات پر تحمل کیا جائے۔ (حضرت علیؓ)

خود کو ایسا ہی ظاہر کرو جیسے تم ہو، یا ویسے بن جاؤ جیسا خود کو ظاہر کرتے ہو۔ (بایزید بسطامیؒ)

جو نصیحت نہیں سنتا وہ ملامت سننے کا شوق رکھتا ہے۔ (حضرت شیخ سعدیؒ)

قیدی وہ ہے جس کا دل اس کے پروردگار کی طرف سے بند ہو جائے اور قید وہ ہے جسے خواہشات ہر طرف سے گھیر لیں۔ (علامہ ابن تیمیہؒ)

جب نیک اور بد سب گزر جاتے ہیں، تو بہتر ہے کہ تیرا نام نیکی سے زندہ رہے۔ (امیر خسروؒ)

وہ شخص عقلمند نہیں جو دنیاوی لذتوں سے خوش اور مصیبتوں سے مضطرب ہے۔ (افلاطون) ﴿ماسٹر محمد ظاہر حسن مرکز احیاء الفکر الاسلامی﴾

حالات حاضرہ

عالمی خبریں News World

حافظ عبدالستار عزیزی

مرکز میں علماء کرام کی آمد

۹رفروری بروز پیر کو مرکز احیاء الفکرالاسلامی میں حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کاکوسی پالن پوری ایک وفد کے ساتھ تشریف لائے، جن کی قیادت مولانا علی حسن صاحب مہتمم دارالعلوم امدادیہ گڑھی جمنا نگر کررہے تھے، وفد میں بعض مہمان اور مولانا کے رفقاء کرام بھی تھے، حضرت مولانا نے مرکز کے تمام شعبہ جات کا معائنہ کیا اور بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد میں طلبہ سے خطاب کیا، جس میں طلبہ کرام کو نصیحتیں کی اور چار باتوں پر عمل کرنے کی تلقین کی:

۱-سب سے پہلے اپنی نیت درست کرو کہ ہم یہاں کس لیے آئے ہیں۔

۲-استاذ کا ادب واحترام کرو۔

۳-ہمیشہ پاک صاف رہو؛ کیونکہ صفائی آدھا ایمان ہے۔

۴-مدرسہ کی ہر چیز سے تمہیں محبت ہونی چاہئے۔

اس کے بعد جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں تشریف لے گئے، وہاں طالبات کے ثقافتی اور تعلیمی پروگرام میں شرکت کی، پھر طالبات میں خطاب کیا اور ان کو اپنے منصب جلیل اور ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کراتے ہوئے قرآن کریم کی آیت "لاتشتروا بآیاتی ثمناً قلیلا" پر تفصیل سے روشنی ڈالی، نیز فرمایا کہ لڑکیاں اس علم کو ادب کے ساتھ حاصل کریں، اساتذہ کا ادب واحترام کریں، مدرسہ کا احترام کریں پھر آپ ہی میں سے حضرت رابعہ بصریہ، حضرت رابعہ عدویہ اور حضرت شہوانہ بن سکتی ہیں، مزید فرمایا کہ معلمات حضرات اور اساتذہ کرام یہ سمجھیں کہ ہم ایک لڑکی پر نہیں بلکہ ایک خاندان، ایک قبیلے پر محنت کررہے ہیں، یہ سوچ کر محنت کی جائے تو انشاء اللہ اس کے اچھے نتائج سامنے آئیں گے، نیز جو تربیت یہاں پر نماز اور دیگر معمولات کی کرائی جاتی ہے اس کو گھروں پر جاکر عملی جامہ پہنائیں، تاکہ اس کے اثرات گھر والوں پر بھی پڑے۔

مختار رحیمی چلڈرنس اکیڈمی رائے پور میں ثقافتی اور تعلیمی پروگرام

۱۶رفروری بروز پیر کو مرکز احیاء الفکرالاسلامی کے رئیس مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی اور جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات کی ناظمہ محترمہ سارہ عزیزی صاحبہ نے چلڈرنس اکیڈمی میں بچوں کے تعلیمی پروگرام میں شرکت کی، محترمہ سارہ عزیزی نے اکیڈمی میں پڑھنے والی ۱۲ربچیوں کا قرآن کریم ختم کرایا اور ان بچیوں کو اسکارف تقسیم کئے اور اس کے بعد خطاب کیا جس میں قرآن کریم اور تعلیم کی فضیلت واہمیت پر روشنی ڈالی اور ان ہی کی دعا پر پروگرام اختتام کو پہنچا، اس پروگرام میں رائے پور کی خواتین نے بھی کافی تعداد میں شرکت کی، واضح رہے کہ پروگرام میں پردہ کا معقول نظم تھا۔

ایک اصلاحی اور دعوتی پروگرام

۱۶رفروری بروز پیر کو جانی پور جمنا کے کنارے ایک مدرسہ میں عورتوں کا اصلاحی پروگرام منعقد ہوا، جس میں مہمان خصوصی کے طور پر مظفرآباد سے مولانا مفتی مسعود عزیزی ندوی اور ان کی اہلیہ محترمہ سارہ عزیزی نے شرکت کی، وہاں جاکر یہ احساس ہوا کہ شاید یہاں کی عورتیں وضو، غسل، فرائض وواجبات سے ناواقف ہیں، بعدہٗ جامعہ فاطمۃ الزہراء کی ناظمہ محترمہ سارہ عزیزی نے وہاں کی عورتوں کو دینی مسائل پر خطاب کیا اور ان کو پاکی وصفائی وضووغسل کے فرائض بیان کئے اور عام دینی مسائل پر روشنی ڈالی۔

دراصل یہ دونوں دعوتی وثقافتی پروگرام جناب الحاج منشی عتیق احمد صاحب ناظم مدرسہ فیض ہدایت گلزار رحیمی خانقاہ رائے پور کی دعوت پر ہوئے۔

ایک عالم دین کی وفات

۱۰رفروری ۲۰۰۹ء منگل کی شب کو حضرت مولانا فضیل احمد قاسمی جنرل سکریٹری مرکزی جمعیۃ علماء ہند کا انتقال ہوگیا ہے اور منگل کے روز ان کے آبائی وطن میں ان کی تدفین عمل میں آئی، مولانا کی پیدائش ۱۹۵۲ء میں ہوئی اور دارالعلوم دیوبند سے تعلیم مکمل کی، پہلے وہ جمعیۃ علماء ہند سے وابستہ رہے، اس کے بعد مرکزی جمعیۃ ہند کی داغ بیل ڈالی اور اس پلیٹ فارم کے ذریعہ ملت کے سلگتے مسائل پر خصوصی توجہ فرمائی، اللہ تعالی ان کی بال بال مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔